تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

27

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
30 واں سال

16 تا 22 ذوالحجہ 1442ھ / 27 جولائی تا 2 اگست 2021ء

مسلمان حکومتوں کا شریعت سے انحراف

مسلمان حکومتیں آج عدالت، سیاست اور انتظام ہر لحاظ سے اسلامی شریعت سے منحرف ہو چکی ہیں۔ اسلام کے بنیادی اصولوں کو اُنہوں نے اس طرح فراموش کر دیا ہے کہ آج آزادیٔ فکر، مساوات اور انصاف کہیں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتے۔ اسلام کے واجبات کو اُنہوں نے نظرانداز کر رکھا ہے۔ ملتِ مسلمہ میں اتحاد، خیر خواہی اور باہمی تعاون کے جذبات کا خطرناک حد تک فقدان ہے۔ یہ حکومتیں ظلم، وحشت اور بربریت پر دلیر ہو گئی ہیں۔ معاشرے کی عمارت کو فساد، تخریب کاری، گناہ اور نافرمانی، بغاوت اور سرکشی کی بنیادوں پر استوار کر رہی ہیں۔ ان لوگوں نے اسلام کے دشمنوں کو اپنا دوست بنا لیا ہے، حالانکہ اسلام ایسی دوستیوں کا سختی سے مخالف ہے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے معاملات میں اپنے ان کافر دوستوں کی آراء سے فیصلے کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ اطاعت اُن کے لیے قطعاً جائز نہیں۔ اس لیے مسلمان حکمران اسلام کی موجودہ حالت کے لیے دوسرے تمام لوگوں سے بڑھ کر جوابدہ ہیں۔ ہوسکتا ہے وضعی قوانین انہیں جوابدہی سے مستثنیٰ کر دیں، لیکن اللہ کے ہاں انہیں ہر چھوٹے سے چھوٹے اور ہر بڑے سے بڑے عمل کے لیے جوابدہی کرنی ہوگی۔

عبدالقادر عودہ شہیدؒ

اس شمارے میں

توکل
ہدایت کی طلب اور تڑپ
گھریلو تشدّد ایکٹ اور اس کے نتائج
حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا
تیرے کوچے سے ہم نکلے!
Islamic content in SNC: To be or not to be?

الھدیٰ (945)

حق وباطل کا فیصلہ کرنے والی کتاب

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورَةُ الْفُرْقَان — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیت: 1

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ﴿۱﴾

سورۃ النور کے اختتام کے ساتھ ہی مکّی مدنی سورتوں کا تیسرا گروپ ختم ہوا۔ یہ گروپ چودہ مکّی سورتوں (سورۂ یونس سے لے کر سورۃ المؤمنون تک) اور ایک مدنی سورت (سورۃ النور) پر مشتمل تھا۔ اب سورۃ الفرقان سے مکّی مدنی سورتوں کا چوتھا گروپ شروع ہو رہا ہے۔ اس گروپ میں سورۃ الفرقان تا سورۃ السجدۃ آٹھ مکّی سورتیں ہیں‘ جبکہ آخر میں ایک مدنی سورت (سورۃ الاحزاب) ہے۔ گویا ان دونوں گروپس کی ترتیب میں یہ خوبصورت مشابہت پائی جاتی ہے کہ ان دونوں کے آخر میں ایک ایک مدنی سورت ہے یعنی سورۃ النور اور سورۃ الاحزاب۔ معنوی اعتبار سے ان دونوں مدنی سورتوں کا آپس میں جوڑے کا تعلق بھی ہے۔

سورۃ الفرقان سے شروع ہونے والا یہ گروپ مکّی مدنی سورتوں کی تقسیم کے حوالے سے چوتھا‘ جبکہ صرف مکّی سورتوں کے اعتبار سے تیسرا گروپ ہے۔ سورۃ الفرقان سے شروع ہونے والے اس تیسرے گروپ میں سورۃ السجدۃ تک آٹھ مکّی سورتیں ہیں۔ ان میں سے پہلی سورت یعنی سورۃ الفرقان کے علاوہ باقی سب کا آغاز حروفِ مقطعات سے ہوتا ہے۔ سورۃ الشعراء اور سورۃ القصص کا آغاز طٰسٓمٓ سے ہوتا ہے‘ جبکہ ان کے درمیان میں سورۃ النمل ہے جو طٰسٓ سے شروع ہوتی ہے۔ باقی چاروں سورتیں (سورۃ العنکبوت‘ سورۃ الروم‘ سورۂ لقمان اور سورۃ السجدۃ) الٓمٓ سے شروع ہوتی ہیں۔ یہاں ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ سورۃ الفرقان سے شروع ہونے والی مکّی سورتیں اگرچہ مختلف گروپس میں تقسیم ہیں‘ لیکن ان سب کا مرکزی مضمون توحید ہے۔

آیت ۱ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ﴾ ”بڑی بابرکت ہے وہ ہستی جس نے الفرقان نازل فرمایا اپنے بندے پر“

یہ تیسری سورت ہے جس کے مطلع (پہلی آیت) میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر ”عبد“ کی نسبت سے آیا ہے۔ اس سلسلے میں پہلی دو سورتیں سورۂ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں فرمایا: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ ...﴾۔ اس کے بعد سورۃ الکہف کا آغاز اس طرح ہوا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ ...﴾

”الفرقان“ سے مراد حق و باطل میں امتیاز کر دینے والی کتاب یعنی قرآن حکیم ہے۔

﴿لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ﴿۱﴾﴾ ”تاکہ وہ ہو تمام جہان والوں کے لیے خبردار کرنے والا۔“

یعنی اس قرآن کے ذریعے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت تا قیامِ قیامت جاری و ساری رہے گی۔ جس تک یہ قرآن پہنچ گیا‘ اس تک گویا آپؐ کا انذار پہنچ گیا۔

فرمانِ نبوی

مناسب رشتہ آئے تو نکاح کر دو

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ)) (جامع ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ”جب تمہیں کوئی ایسا شخص شادی کا پیغام دے، جس کی دین داری اور اخلاق سے تمہیں اطمینان ہو تو اس سے (اپنی بہن، بیٹی یا عزیزہ کی) شادی کر دو۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور فسادِ عظیم برپا ہو جائے گا (رسوائی، ذلت اور زناکاری کا برا نتیجہ پیدا ہوگا)۔“

تشریح: لڑکی کے لیے اگر دیندار اور درست عادات واطوار کا لڑکا مل جائے تو محض لکھ پتی کے رشتہ کے انتظار میں جوان لڑکی کے نکاح میں دیر نہ کرو۔ اسی طرح لڑکی کے رشتے میں بھی دینداری اور اچھے اخلاق کو ترجیح دیجیے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم

16 تا 22 ذوالحجہ 1442ھ جلد 30
27 جولائی تا 2 اگست 2021ء شمارہ 27

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
”دار الاسلام“، ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 600 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توکل

انسان زندگی کے مراحل طے کرتے ہوئے اکثر اوقات فیصلہ کن موڑ پر شک و ریب میں مبتلا ہوجاتا ہے کیا کروں؟ کیسے کروں؟ کدھر جاؤں؟ یعنی بے یقینی کی کیفیت سے دوچار ہوجاتا ہے۔ وہ فیصلہ کرنے میں یا اپنی راہ اور سمت متعین کرنے میں سہارا تلاش کرتا ہے۔ اُسے ذہنی اور فکری طور پر اِس یقین کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ سمجھے اور اُسے پختہ یقین ہوجائے کہ اُس نے جس راہ یا سمت کا اپنے لیے تعین کرنے کا فیصلہ کیا ہے، وہ درست ہے۔ انسانوں کی اکثریت تذبذب کی حالت میں ہی زندگی گزار دیتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا انسان اور کائنات دونوں کے خالق نے اِس حوالے سے کوئی رہنمائی دی ہے؟ ایک مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ براہِ راست قرآنِ پاک کے ذریعے اور اپنے آخری رسول ﷺ کے توسط سے بھی بعض معاملات میں مکمل رہنمائی اور کچھ میں بنیادی اُصول فراہم کر دیتا ہے گویا سادہ ترین الفاظ میں دین کا مطالعہ یہ ہے کہ انسان حق سنے اور سمجھے، حق بولے اور حق پر عمل پیرا ہو اور پھر اِس حقیقت کو جانیں کہ نتیجہ صرف اور صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ حق کیا اور ناحق کیا ہے؟ ایک مسلمان کے لیے سیدھی سی بات ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمودات، احکامات اور اُن کی ہدایت حق ہیں۔ یہی صراطِ مستقیم ہے، اِس پر پختہ عزم کے ساتھ گامزن رہے۔ دائیں بائیں مت دیکھے۔ نتیجہ جو بھی ہوگا، بہترین ہوگا۔ چاہے فوری اور ظاہری طور پر کوئی نقصان ہی کیوں نہ ہو رہا ہو۔ مسلمان نے تو اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن رہنا ہے بلکہ ڈٹے رہنا ہے، اسے ہی توکل کہتے ہیں۔ درحقیقت توکل کی بنیاد یہ ہے کہ دنیا میں کوئی حرکت، کوئی واقعہ، کوئی ہونی انہونی، حادثہ یا اتفاق نہیں ہوتا بلکہ سب کچھ خالق و مالک کی طرف سے طے شدہ معاملہ ہوتا ہے۔ آیئے ہم یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جنھیں ہم حادثات سمجھتے یا قرار دیتے ہیں، اُن کی حقیقت کیا ہوتی ہے؟

فزکس میں حرارت کا دوسرا قانون (2nd law of thermodynamics) بیان کرتا ہے کہ

> Entropy always increases until and unless there is a force (entity) behind it.

”کسی بھی کام میں بے ترتیبی ہمیشہ بڑھتی ہی رہتی ہے الا یہ کہ کوئی ہستی اس کے پیچھے کارفرما ہو“۔ یعنی جو بھی کام کسی ہستی کے منصوبہ و انتظام کئے بغیر از خود حادثاتی (accidentally) طور

پر اتفاقاً ہو جائے تو اس کا نتیجہ تو ہمیشہ تخریب (destruction) کی صورت میں ہی نکلتا ہے جبکہ کسی بھی تعمیری (constructive) کام کے لیے کسی نہ کسی ہستی کا کارفرما ہونا ضروری ہے۔ اب اس کائنات کے خود بخود حادثاتی طور پر بن جانے اور اب تک خود بخود چلتے رہنے پر ''یقین'' رکھنے والوں سے ٹریلین ڈالر کا سوال ہے کہ کیا انہوں نے کبھی کسی حادثہ کے نتیجے میں کوئی تعمیری کام ہوتے ہوئے دیکھا ہے؟ اور کیا یہ کائنات تخریب کا مظہر ہے؟ عقل وفطرت کی روشنی میں مزید غور وفکر کیا جائے تو یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ اس کائنات کا ایک ایک مظہر انسان کو فائدہ پہنچانے اور اس کی پرورش میں مصروف ہے۔ دن رات، سورج کی گرمی، چاند کی روشنی، بادلوں کا پھرنا، ہواؤں کا چلنا، بخارات کا اٹھنا، بارش کا برسنا، زمین کا زندہ ہونا، پھل، سبزیوں اور اناج کا اگنا اور سورج کی روشنی سے پکنا اور پھر جملہ مخلوقات کا اس پر پلنا اور انسان کا اِن اَن گنت چیزوں کو اپنے فائدے کے لیے استعمال میں لانا اور یوں پھلتے پھولتے پھیلتے چلے جانا۔ کیا یہ سب ایک حادثہ ہے؟ گویا زمین وآسمان اور اس کے درمیان کی ہر ہر شے حضرت انسان کے لیے ترتیب دی گئی ہے، تو کیا یہ سب خود بخود ہو گیا ہے؟ نہیں! بلکہ اس انتہائی مرتب ومنظم کائنات کی سب سے ظاہر وباہر حقیقت یہ ہے کہ اس کو بنانے، چلانے، ترتیب دینے، انتظام کرنے اور تھام کر رکھنے والا ہمارا ایک ''اپنا مہربان پروردگار'' ہے۔ اب اگر اس بات پر انسان کو ''یقین'' آ جائے تو اس کو جو امن وسکون میسر آئے گا وہ ناقابل بیان ہے۔ جبکہ اس کے برعکس خود بخود چلنے والی دنیا میں حادثاتی طور پر آ جانے والے کی حالت تو ایسی ہوگی جیسے کسی پہاڑی علاقے میں رات کے وقت تیز چلتی گاڑی میں سوئی ہوئی کسی سواری کی آنکھ کھلے اور وہ دیکھے کہ ڈرائیور گہری نیند میں سویا پڑا ہے اور گاڑی تو ''خود بخود'' چل رہی ہے۔

اب اگر کسی شخص کا ایمان ہو کہ There are No Accidents بلکہ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ الرحمن الرحیم، بکل شیء علیم، علی کل شیء قدیر کی صفات کے حامل اور اونگھ، نیند، بھول، سمیت ہر قسم کی خامی سے پاک، اس کے اپنے رب کے اذن سے ہوتا ہے، تو ایسے شخص کو جو پہلا ثمرہ حاصل ہوتا ہے وہ ''توکل'' ہے جو کہ قرآن مجید کے بنیادی ترین موضوعات میں سے ہے۔ ''جو ہوتا ہے اللہ کے اذن سے ہوتا ہے'' یہ بات سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف انداز اپنائے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکوا کر اسے گل وگلزار کر دیتا ہے، کبھی یوسف علیہ السلام کو مصر میں اعلیٰ عہدہ تک پہنچانے کے لیے پہلے کنویں میں پھینکواتا ہے، مصر کے بازار میں غلام بنا کر بکواتا ہے، پھر الزام لگوا کر جیل میں بھیجتا ہے اور پھر آزادی پانے والے قیدی کو بادشاہ سے ذکر کرنا بھلوا کر اسے اس وقت یاد کرواتا ہے جب بادشاہ کو خود ضرورت پڑتی ہے اور یوں انہیں محل تک پہنچا دیتا ہے۔ کبھی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے ان کا بچہ صندوق میں بند کروا کر دریا میں بہا دیتا ہے اور پھر فرعون کے گھر میں ہی پرورش کرواتا ہے۔ پھر پوری بنی اسرائیل کے سامنے سمندر اور پیچھے فرعون لا کر ان کے توکل کا عظیم امتحان لیتا ہے۔ کبھی حضرت خضرؑ سے ایک کشتی کو نقصان پہنچوا کر اسے چھن جانے سے محفوظ فرماتا ہے، تو کبھی والدین کے لیے کل کو پریشانی کا باعث بننے والے بچہ کو مار کر انہیں بہتر بچہ عطا فرماتا ہے۔ گویا ''کیا عجب تم کسی چیز کو ناپسند کرو جبکہ اس میں تمہارے لیے خیر ہو، اور تم کسی چیز کو پسند کرو جبکہ اس میں تمہارے لیے شر ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''۔

سیرت النبی ﷺ تو اس توکل کے مظاہر کی معراج ہے۔ مکہ کے اس قبائلی معاشرے میں بنو ہاشم کے سربراہ کی حیثیت سے ابو طالب نے آپ ﷺ کو 13 سال تک مکمل حفاظت فراہم کیے رکھی اور 3 سال تک بائیکاٹ برداشت کرنے کے باوجود کسی کو قریب بھی پھٹکنے نہ دیا، لیکن سن 10 نبوی میں ابو طالب کی وفات کے بعد دوسرے تایا ابولہب نے بنو ہاشم کا سربراہ بنتے ہی قریش کا دیرینہ مطالبہ تسلیم کر لیا اور آپ ﷺ کو بنو ہاشم سے نکال دیا، تب آپ ﷺ طائف تشریف لے گئے جہاں وہ ہوا جو مکہ میں تیرہ سال نہ ہو سکا۔ یہ آپ ﷺ کی ذات اقدس کے لیے امتحان کی معراج تھی، لہٰذا جب آپؐ کی زبانِ مبارک پر درد بھری دعا آئی تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو معراج پر بلا کر قربت کا احساس بھی دلایا اور اگلے ہی سال مدینہ منورہ کی مبارک سرزمین کا دروازہ بھی آپ ﷺ کے لیے کھول دیا۔ اسی طرح سن 6 ھ میں جب آپ ﷺ کو احرام باندھے، قربانی کے جانور ساتھ لیے مکہ کے قریب سے واپس جانے پر مجبور کیا گیا، عمرہ کی اجازت نہ دی گئی اور بظاہر دب کر صلح کرنا پڑی تو اللہ تعالیٰ نے اسے فتح مبین قرار دے کر محض دو سال کے اندر آپ ﷺ کو مکہ میں ایک فاتح کی

حیثیت سے داخل کروا دیا۔ الغرض ہم سے مطلوب یہ ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر کاربند رہیں اور نتائج اللہ پر چھوڑ دیں۔

یوں تو ہر انسان کے لیے امن وسکون کا واحد ذریعہ توکل ہی ہے۔ لیکن مسلمان کے لیے اور بالخصوص آپ ﷺ کے مشن کو اپنا مشن بنا کر زندگی گزارنے کا تہیہ کرنے والے مردِ مومن کے لیے تو اس زندگی کی سب سے ضروری شے توکل ہی ہے۔ یہ توکل ہی ہے جو اسے آج کے مادہ پرستانہ دور میں رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے غیب پر ایمان پر استقامت عطا کرے گا جو اسے آج کے معاشی طور پر مشکل ترین دور میں اکل حلال پر اکتفا کروائے گا اور جو اسے آج کے فحش ترین دور میں جہاں زنا، اسبابِ زنا وعواملِ زنا کی کثرت ہو، صرف اپنے حلال رشتے پر اکتفا کروائے گا۔ پھر یہ توکل ہی ہے جو تکاثر کی دوڑ کے اس دور میں بندہ مومن سے دنیا کی بجائے اللہ کی مغفرت، جنت اور نیکی کے میدان میں دوڑ لگوائے گا۔ یہ توکل ہی ہے جو اسے نفسانفسی کے اس دور میں اپنی ذات سے باہر نکل کر انسانی ہمدردی وخیر خواہی کے تحت دوسروں کی دنیا وآخرت کی فکر کروائے گا۔ اپنا کمایا مال بھی دوسروں پر خرچ کروائے گا اور اپنا قیمتی وقت بھی دعوت وتبلیغ کے میدان میں لگوائے گا۔ پھر اس سے آگے بڑھ کر اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت اور بندوں کو ظلم وستم سے نجات دلا کر عدل وانصاف کے قیام کی جاں گسل جدوجہد تو ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ انسان سراپا توکل کا مظہر نہ ہو جائے۔

آج کے حالات پر نظر دوڑائی جائے تو عقلی سطح پر مسلمان کے لیے تو ہر طرف مایوسی اور اندھیرا ہی نظر آتا ہے اور دین کے غلبہ کی جدوجہد کرنے والے مومن کے لیے تو ظاہری طور پر سراسر مایوسی ہے کہ بظاہر احوال کامیابی تو وہم وگمان میں بھی نظر نہیں آتی، ہر طرف کفر کا غلبہ اور مسلمانوں پر ذلت و مسکنت کے سائے مزید گہرے ہوتے نظر آتے ہیں، لیکن اگر آپ ﷺ کے مشن کو اپنا مشن بنانے والے آپ ﷺ کے توکل کو بھی اسوۂ حسنہ قرار دے کر اس کی پیروی کریں تو پھر نُورٌ علٰی نُور کی کیفیت پیدا ہوگی۔ اور قرآن پاک ہر صفحہ پر ہمیں یہ سبق یاد دلائے گا کہ تم اپنا کام کیے جاؤ اور باقی اللہ پر چھوڑ دو، اللہ اپنا کام خوب جانتا ہے۔

لیکن قربان جایئے آپ ﷺ پر کہ انہوں نے ہی ہمیں یہ بھی تعلیم دی کہ توکل کے ساتھ گھٹنا باندھنا بھی انتہائی ضروری ہے، بیماری کے لیے دوا کا استعمال کیا جائے، کسبِ حلال کے لیے خوب دوڑ دھوپ کی جائے، دعوت کے لیے نصح وخیر خواہی کے ساتھ سرتوڑ کوشش کی جائے، اقامت دین کے لیے مضبوط جماعت سازی، تربیت وتنظیم اور صبر واستقامت میں کوئی کسر نہ چھوڑی جائے اور اسی طرح ملک وملت کی ترقی کے لیے تمام وسائل انتہائی خلوص اور شفافیت کے ساتھ بروئے کار لائے جائیں اور دفاع کے لیے ﴿وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ...﴾ کے مصداق بھرپور اسلحہ اور فوجی طاقت ہر وقت تیار رکھی جائے اور ایٹم بم بھی بنایا جائے لیکن، اصلاً اور حقیقتاً بھروسا، اعتماد اور توکل صرف اور صرف اللہ کی ذات پر ہو کہ شفا، رزق، ہدایت، قوم کی بقا وترقی اور دین کا غلبہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن مادی وسائل بروئے کار لاتے ہوئے ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے اور اس کے لیے ذہناً تیار رہنا چاہیے کہ کبھی ایسا موقع بھی آ سکتا ہے کہ پیچھے فرعون آگے سمندر ہو، یا آپ اور آپ کے جانی دشمنوں کے درمیان صرف مکڑی کا ایک نازک جالا ہی ہو، تو ایسے نازک حالات میں تمام مادی ذرائع کو نظر انداز کرنا پڑ جائے اور صرف صرف اپنے رب پر ہی توکل انسان کا واحد سہارا بن جائے۔ گویا ؎

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

اس کے لیے دو مثالوں کا سامنے رہنا ضروری ہے۔ ایک ماضی کی جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے تمام مادی وسائل اور عقلی دلائل کو مسترد کرتے ہوئے حق کی خاطر آگ میں کودنا قبول کر لیا اور پھر رب کے محض ایک اشارے پر اپنے بڑھاپے کی واحد اولاد کی گردن پر چھری چلا دی تو اللہ تعالیٰ نے بھی رہتی دنیا تک اُن کی سنت کو جاری وساری فرما دیا۔ اور دوسری مثال جدید دور میں سنت ابراہیمی کی اصل روح کو زندہ کرتے ہوئے افغان طالبان اسلامی نظام کے قیام کی خاطر انسانی تاریخ کی سب سے بڑی مادی طاقت سمیت پوری دنیا کی دشمنی کی آگ میں بے خطر کود پڑے گویا موت کی وادی میں اُترنا خود ہی قبول کر لیا۔ لیکن کیا عجیب ''حادثہ'' پیش آیا اور کیسا ''اتفاق'' ہے کہ دنیا نے آج کے جدید مادی دور میں جب ٹیکنالوجی اپنے عروج پر ہے کھلی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اللہ پر مکمل توکل سے کیسا معجزہ رونما ہو جاتا ہے۔

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

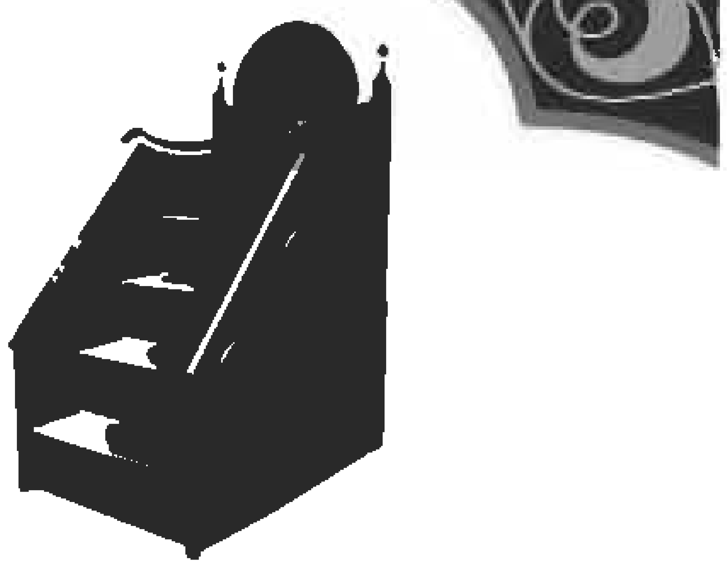

ہدایت کی طلب اور تڑپ

(سورۃ القمر کی آیات 4 اور 5 کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 2 جولائی 2021ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابو ابراہیم

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد

قرآن مجید کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں آج ہم ان شاء اللہ سورۃ القمر کی آیات 4 اور 5 کا مطالعہ کریں گے۔ اس سورت کی ابتدائی آیات میں ان لوگوں کے لیے انذار کا انداز ہے جو حق کو جھٹلانے والے ہیں، ان کو بتایا جا رہا ہے کہ تم سے پہلے بھی کئی قومیں تھیں جن کے سامنے پیغمبروں کی دعوت موجود تھی، اللہ کی قدرت کی نشانیاں اور معجزات بھی موجود تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے حق کو جھٹلایا اور اپنی اس ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ بالآخر اللہ کے عذاب کا شکار ہوئیں۔ بعد والوں کے لیے ان واقعات کو عبرت، سبق آموزی اور نصیحت کے طور پر قرآن نے جا بجا پیش کیا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن کا ذکر بھی اکثر آتا ہے جب تمام انسانوں کی اللہ کے حضور پیشی ہونی ہے اور وہ دن نافرمانوں، کافروں اور سرکشوں کے لیے نہایت ہی سخت دن ہوگا۔ یہاں ارشاد ہوا:

﴿وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنَ الۡاَنۡۢبَآءِ مَا فِيۡهِ مُزۡدَجَرٌ ۝۴﴾ ''اور ان کے پاس وہ خبریں آ چکی ہیں جن میں تنبیہہ ہے۔'' (آیت:4)

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتِ توحید کی مخالفت کرنے والوں کے لیے انذار ہے کہ پچھلی قوموں کے انجام کی خبریں تم تک پہنچ چکی ہیں جن میں تمہارے لیے عبرت ہے، تنبیہہ ہے، سبق ہے۔ پیغمبروں کی مخالفت کرنے والے، پیغمبروں کے مقابلے میں کھڑے ہونے والے، خدائی کے دعوے کرنے والے سرکشوں اور نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ نے نشان عبرت بنا دیا۔ اس میں قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے بھی راہنمائی ہے۔

آگے ارشاد ہوا:

﴿حِكۡمَةٌ ۢ بَالِغَةٌ﴾ ''کامل دانائی (کی باتیں)'' (آیت:5)

حکمت بالغہ سے مراد کامل حکمت اور دانائی کی باتیں ہیں۔ یہ حکمت رب العالمین کی طرف سے عطا ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات الحکیم بھی ہے۔ اس کے احکامات حکمت سے بھرپور ہیں اور ان میں مخلوق خدا کا ہی فائدہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ انسان کی عقل کمزور ہے، اس کا علم محدود ہے، اس کی نگاہ بہت ہی محدود ہے اور وہ احکام اور حکمت کی باتوں کو سمجھ نہیں پاتا۔ البتہ جن بنیادی ایمانیات کا تقاضا اللہ کی وحی کرتی ہے جیسے اللہ پر ایمان، رسولوں پر ایمان، آخرت پر ایمان وغیرہ ان کے دلائل کائنات اور خود انسانوں کی جانوں کے اندر موجود ہیں۔ ہمارے باطن میں نیکی اور بدی کا بنیادی شعور موجود ہے۔ خاص طور پر ہر آدمی سمجھتا ہے کہ جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا، ظلم و ناانصافی غلط ہے۔ نیکی اور بدی کا یہی بنیادی شعور ہمیں آخرت کی ضرورت کا احساس دلاتا ہے۔ اس دنیا میں کئی جھوٹے مکار لٹیرے، بدمعاش، ڈاکو اور پوری قوم کو بیچ کر کھانے والے مزے کر رہے ہیں اور کئی بے گناہ، کمزور اور مظلوم بلاوجہ سزا بھگت رہے ہیں۔ اسی طرح کئی انقلابی، صالح، اقامت دین کی جدوجہد کرنے والے لوگوں اور تمام پیغمبروں کی محنتوں اور قربانیوں کا بھرپور صلہ اس دنیا میں نہیں مل سکتا۔ جبکہ کئی بڑے قومی مجرم جنہوں نے لاکھوں بے گناہ لوگوں کا قتل عام کیا' ان کے جرائم کی پوری پوری سزا اس دنیا میں ممکن ہی نہیں۔ لہٰذا انسان کی فطرت تقاضا کرتی ہے کہ ایک وقت ایسا آنا چاہیے کہ جب ہر انسان کو اس کے کیے کی پوری پوری جزا یا سزا مل سکے۔ الحمد للہ ہم مسلمان ہیں اور ہر نماز کی ہر رکعت میں یہ پڑھتے ہیں:

﴿مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ۝﴾ ''جزا و سزا کے دن کا مالک و مختار ہے۔''

چنانچہ وحی کی تعلیم کے ذریعے اللہ تعالیٰ جو فرما رہا ہے اس میں بڑی حکمت کی باتیں ہیں۔ اسی طرح پچھلی قوموں کے بیان میں جو کچھ فرمایا جا رہا ہے اس میں بھی بڑی حکمت ہے۔ اب جو چاہے نصیحت حاصل کر لے۔ اللہ اور آخرت کو نہ ماننے والے آخرت میں تو سزا پائیں گے ہی پائیں گے، دنیا میں جنہوں نے پیغمبروں کی دعوت کو رد کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں بھی عذاب میں مبتلا کر کے ان کو سزائیں دیں۔ لہٰذا اللہ دکھا رہا ہے کہ یہ جو آخرت کا عقیدہ ہے، یہ جو کل کی پیشی کا معاملہ ہے یہ برحق عقیدہ ہے۔ اس کا کچھ ظہور یعنی انکار کی روش کا نتیجہ دنیا میں بھی ہمارے سامنے آ رہا ہے۔ آگے ارشاد ہوا:

﴿فَمَا تُغۡنِ النُّذُرُ ۝۵﴾ ''لیکن ان خبردار کرنے والوں سے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا۔''

ایک ترجمہ یہ کیا گیا کہ یہ پچھلی اقوام کا ذکر جو لوگوں کی تنبیہہ اور نصیحت کے لیے کیا جا رہا ہے اس سے بھی ہٹ دھرم، متکبر اور متعصب لوگوں نے مان کر فائدہ نہ اُٹھایا۔ دوسرا ترجمہ یہ کیا گیا کہ اللہ کے پیغمبر لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے رہے، آخرت کے عذاب سے خبردار کرتے

رہے لیکن گمراہ لوگوں کی ہٹ دھرمی نے پیغمبروں کی دعوت سے بھی کوئی فائدہ نہ اٹھانے دیا۔ یہ بھی ذہن میں رکھیے کہ پیغمبر کی دعوت تو حکمت بھری ہوتی ہے، اللہ کی وحی کی تعلیم تو حکمت بھری ہوتی ہے۔ اللہ تو چاہتا ہے کہ لوگ ہدایت یافتہ ہو جائیں۔ وہ الرحمٰن والرحیم ہے۔ اپنی صفت رحمانیت کے طفیل ہی تو اللہ نے قرآن عطا کیا جو الھدیٰ یعنی ہدایت کا منبع ہے۔ سورۃ الرحمٰن میں فرمایا:

﴿اَلرَّحْمٰنُ ① عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ②﴾ ''رحمن نے قرآن سکھایا۔''

اللہ بھی رحمان ہے اور اس نے اپنے پیغمبر ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ یہ اس کی رحمت کا ظہور ہو رہا ہے۔ اب جو خود ہی نہ مانے، خود ہی ہٹ دھرمی میں مبتلا ہو جائے تو اس کو نصیحت سے کوئی فائدہ نہیں ملے گا۔ یہ نکتہ بھی جان لینا چاہیے کہ اللہ نے ہدایت واضح فرما دی ہے۔ سورۃ الدھر میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ③﴾ ''ہم نے اس کو راہ سجھا دی' اب چاہے تو وہ شکر گزار بن کر رہے' چاہے ناشکرا ہو کر۔''

زندگی امتحان ہے۔ جو خیر کے لیے اپنی صلاحیت استعمال کرے گا اس کا انجام بھی خیر ہوگا اور جو برائی کے لیے صلاحیت صرف کرے گا اس کا انجام بھی برا ہوگا۔ اللہ کا قانون ہدایت عموم کے اعتبار سے واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الشوریٰ میں فرماتا ہے:

﴿وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ⑬﴾ ''اور وہ اپنی طرف ہدایت اُسے دیتا ہے جو خود رجوع کرتا ہے۔''

جہاں طلب وتڑپ ہوگی اللہ ہدایت عطا فرمائے گا اور جہاں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اس صلاحیت کو بندہ جانتے بوجھتے فراموش کر دے گا، استعمال نہ کرے گا تو اس کے لیے گمراہی کے راستے کھل جائیں گے۔ سورۃ الصف میں بڑی سخت بات بیان ہوئی ہے:

﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ﴾ (آیت:5) ''پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔''

ہدایت کا ایک مرتبہ مل جانا کافی نہیں ہے، انسان کو ہمہ وقت ہدایت کی ضرورت رہتی ہے۔ ہم مسلمان ہیں لیکن ہمیں بھی ہر وقت ہدایت کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں ہم اللہ سے دعا مانگتے ہیں:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾

ہدایت کا ترجمہ ہے سمجھا دینا، سجھا دینا، منزل مقصود تک پہنچا دینا۔ ہم نماز میں یہ جو دعا کرتے ہیں تو اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہو کر اپنے رضا کے مقام جنت تک پہنچا دے۔ چنانچہ جنت والے جب اللہ کے فضل سے جنت میں پہنچیں گے تو ان کی زبان پر شکر کا یہ ترانہ ہوگا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِھٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ﴾ (الاعراف:43)

''کل شکر اور کل تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچا دیا' اور ہم یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے اگر اللہ ہی نے ہمیں نہ پہنچا دیا ہوتا۔''

ہمارے ایک استاد ڈاکٹر عبدالسمیع بڑی پیاری بات بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز میں سورۃ الفاتحہ تلاوت کرتے ہیں اس کی تعلیم ہمیں خود نبی اکرم ﷺ نے دی ہے، قرآن ان پر نازل ہوا، نماز کا طریقہ انہوں نے بتایا، نماز کی ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کو انہوں نے جاری فرمایا اور اس اُمت کو ہدایت آپ ﷺ سے ملی۔ سورۃ الشوریٰ کے آخر میں فرمایا:

﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿52﴾﴾ ''اور آپؐ یقیناً سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔''

آپ ﷺ بھی جب دنیا سے رخصت ہوئے ہیں تو زندگی کی آخری نماز کی آخری رکعت میں آپؐ نے بھی تلاوت کی:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ ''اے میرے رب! ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما''۔

آپ اندازہ کریں کہ مجھے اور آپ کو ہدایت کی کتنی ضرورت ہوگی اور ہمیں کتنے دل سے اس دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔ لیکن جن کو ہدایت مطلوب ہی نہ ہو اُن کے بارے میں زیر مطالعہ آیت میں فرمایا:

﴿فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ⑤﴾ ''لیکن ان خبردار کرنے والوں سے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا'' (القمر)

ہم نے ایک آیت میں یہ بھی پڑھا کہ جس کو ہدایت مطلوب ہوتی ہے اللہ اس کے لیے ہدایت کے در کھول دیتا ہے اور جس کے دل میں ہدایت کی تڑپ وطلب ہی نہ ہو اس کے لیے ہدایت کے در بند ہو جاتے ہیں۔ اس حوالے سے دو مثالیں انتہائی اہم اور سبق آموز ہیں۔

ایک سلمان فارسی ؓ ہیں جو فارس کے رہنے والے تھے جہاں بت پرستی اور شرک کا غلبہ تھا۔ آگ، بتوں اور بادشاہوں کی بھی پوجا کی جاتی۔ آپؓ کی فطرت سلامت تھی لہٰذا آپؓ کے دل نے اس کو قبول نہ کیا اور ہدایت کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ کبھی ایک راہب کے پاس، کبھی دوسرے کے پاس۔ ہوتے ہوتے آخری راہب نے کہا کھجوروں والی سرزمین پر چلے جاؤ۔ وہاں اللہ کے آخری نبی آئیں گے۔ حضرت سلمان فارسی ؓ کی طلب وتڑپ سچی تھی، اللہ نے محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں پہنچا دیا۔ دوسری مثال ابولہب کی ہے۔ اب آپ دیکھیے کہ حضرت سلمان فارسی ؓ کتنے دور سے اپنا گھر بار، عزیز رشتہ دار چھوڑ کر ہدایت کی تلاش میں آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے، ایمان لائے اور ایسا مقام ومرتبہ ملا کہ اہل بیت میں شمار ہو گئے۔ جبکہ دوسری جانب ابولہب آپ ﷺ کے چچا ہیں، پڑوس میں رہتے ہیں، اللہ نے کیا کچھ نہیں دیا تھا، مال ودولت، سرداری، نوکر چاکر سب کچھ تھا لیکن ہدایت کی تڑپ نہیں تھی تو کچھ کام نہ آیا۔ حالانکہ قرآن اس کی زبان میں نازل ہو رہا ہے، سنانے والے صاحبِ قرآن محمد ﷺ ہیں، اس سے بڑھ کر opportunity کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن ابولہب کو ہدایت مطلوب نہیں تھی لہٰذا ابد بخت اور بدنصیب ٹھہرا۔

معلوم ہوا کہ سارا معاملہ ہدایت کی تڑپ اور طلب کا ہے۔ اس طلب وتڑپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑے خوبصورت اور پیارے انداز میں بیان فرمایا۔ حدیث قدسی ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: ''میرا بندہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں، میرا بندہ مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجلس (ملاءِ اعلیٰ) میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ میرا بندہ ایک بالشت میری طرف آتا ہے تو میں ایک ہاتھ بھر اس کی طرف آتا ہوں۔ میرا بندہ ایک ہاتھ بھر میری طرف آتا ہے میں دو ہاتھ بھر اس کی طرف آتا ہوں۔ میرا بندہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف آتا ہوں۔''

حضرت سلمان فارسی ؓ اور ابولہب کے بیان میں ہمارے لیے بہت بڑا سبق ہے کہ ہمیں ہدایت کی طلب وتڑپ ہوگی تو اللہ تعالیٰ ہمارے لیے بھی ہدایت کے راستے کھول دیں گے۔ ورنہ ہدایت سے محرومی بھی ہو سکتی ہے۔ قرآن کہتا ہے:

''اور وہ لوگ جو ہدایت پر ہیں اللہ نے ان کی ہدایت میں اور اضافہ کر دیا ہے اور انہیں ان کے حصے کا تقویٰ عطا فرمایا ہے۔'' (محمد:17)

یہ مستقل محنت کا معاملہ ہے۔ آج اگر فجر کی نماز مشکل لگ رہی ہے تو اپنے اندر طلب و تڑپ تو پیدا کرو۔ کیا یہ طے کر کے بیٹھے ہو کہ فجر پڑھنے کی طلب پیدا ہی نہیں کرنی، سوتے ہی رہنا ہے۔ اسی طرح قرآن شریف ہم نے صرف رمضان میں ثواب کے لیے پڑھ لیا اس کے بعد کیا چھٹی ہوگئی؟ حالانکہ یہ ہماری ہدایت کے لیے بھیجا گیا تھا۔ ہم ہدایت کی طلب تو دل میں پیدا کریں۔ کم از کم جمعہ کے خطبہ میں قرآن کا فہم بیان ہوتا ہے، توجہ دلائی جاتی ہے، اس میں تو شرکت کریں۔ طلب ہوگی تو اللہ آگے بڑھ کر مجھے اور آپ کو ہدایت میں آگے بڑھائے گا۔ ان شاء اللہ۔ ہم چل کر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ دوڑ کر آئے گا۔ اگر دین کے فریضہ کی ادائیگی میں مشکل پیش آ رہی ہے تو وہ مشکل ہمارے لیے ہے، اللہ کے لیے تو نہیں ہے۔ وہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے۔ ہمارے گھروں میں بہن، بیٹیاں ہیں اُن کو پردے کی ترغیب دلائیں۔ ان کے لیے ایسا کرنا مشکل ہو رہا ہے تو دل میں جذبہ اور تڑپ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ہزاروں مثالیں ایسی ہیں۔ یورپ کی غیر مسلم عورتوں نے اسلام قبول کر کے پردہ کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ جرمانہ بھر لیا لیکن پردہ نہیں چھوڑا۔ ہم تو پیدا ہی مسلمان ہوئے ہیں، اپنے اندر اسلام کو زندہ کریں۔ اسی طرح آج کئی مسلمان ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں سود کے بغیر گزارہ نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! یعنی اللہ کسی شے کو حرام قرار دے اور بندہ کھڑا ہو کے کہے کہ نہیں اس کے بغیر میرا گزارہ نہیں۔ کتنی غلط بات ہے۔ یہ اللہ کے حکم کے مقابلے میں کھڑا ہونے والی بات ہے۔ لیکن آج کے دور میں بھی بعض ایسے کاروباری حضرات مل جائیں گے جو ایک روپیہ سود میں ملوث نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ ان کو بھی عطا کر رہا ہے۔ اسی طرح اپنی پروڈکٹس بیچنے کے لیے عورت کو بیچا جا رہا ہے۔ نعوذ باللہ کہا جاتا ہے اگر عورت کا اشتہار نہیں لگے گا تو پروڈکٹ بکے گی نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! جبکہ اسی معاشرے میں ایسے کاروباری لوگ بھی ہیں جن کو اللہ خوب عطا کر رہا ہے مگر وہ عورت کی تصویر نہیں لگاتے۔ ہمارا ایمان کس پر ہے؟ اللہ پر یا عورت کی تصویر پر؟ اگر بے حیائی پر مبنی تصویر پر توکل ہے تو پھر ایمان کا دعویٰ کس بات کا ہے؟ اگر کمی کوتاہی ہے تو اللہ کے سامنے گڑگڑائیے۔

سابقہ قوموں میں سے جن کو اللہ نے عذاب میں مبتلا کیا ان کے واقعات گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کی پکڑ ایک دن ضرور آئے گی۔ آخرت میں تو ضرور آئے گی اس دنیا میں بھی آسکتی ہے۔ ان قوموں کے اندر بھی تکبر تھا، تعصب تھا، حسد تھا، دنیا کی محبت میں ڈوب جانا تھا، نافرمانی کو چھوڑنے کا ارادہ نہ تھا جس کی وجہ سے وہ گمراہی کی طرف گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو سزا دینے کا فیصلہ فرما دیا۔ لہٰذا ہدایت کی طلب اور تڑپ ہر انسان میں ہونی چاہیے۔ بحیثیت مسلمان ہم ہر رکعت میں ہدایت تو مانگتے ہیں لیکن شاید ہمیں پتہ نہیں ہوتا ہم کیا مانگ رہے ہیں۔ اصل مطلوب یہ ہے کہ ہم سچے دل سے ہدایت کے طالب بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❀❀❀

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر صدیقی فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 35 سال، تعلیم ایف اے، قد "5'.7، ذاتی کاروبار و مکان، کے لیے دینی مزاج کی حامل 30 سال تک لڑکی کا لاہور سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0315-4030283

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنی بیٹی، عمر 39 سال، صوم وصلوٰۃ اور پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل شخص کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0336-4851730

☆ لاہور میں رہائش پذیر صدیقی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، قد "5'.2، تعلیم بی اے کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا لاہور سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0315-4030283

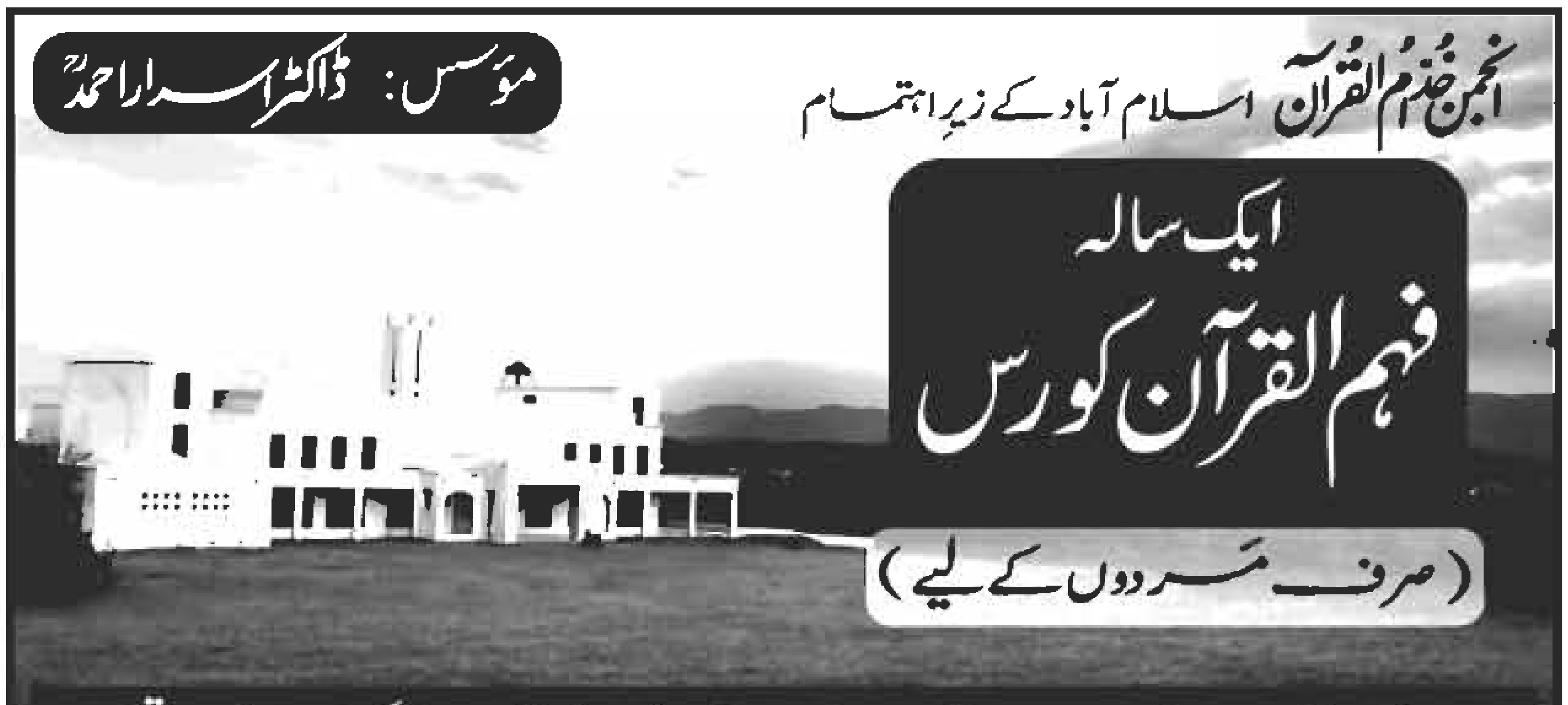

مضامین: | آغاز 02 اگست 2021ء

1 تجوید القرآن | 2 ترجمۃ القرآن | 3 عربی گرامر
● سیرت النبی ﷺ | ● حدیث مبارکہ | ● مطالعہ لٹریچر
● سیرت صحابہ اکرامؓ | ● بنیادی فقہ | ● مطالعہ قرآن حکیم (منتخب نصاب)

اوقات: پیر تا جمعہ، صبح 8:30 سے دوپہر 12:20 بجے

ہاسٹل کی سہولت میسر ہے

رابطہ: 0300-5211275 | 0331-5987280

انٹرویو: 01 اگست 2021ء بروز اتوار صبح 08 تا شام 06

https://g.co/kgs/gdB1pX

بمقام: مسجد جامع القرآن پیچونٹ (تمیر) نزد چیراہ چوک اسلام آباد

الداعی الی الخیر: انجمن خدام القرآن اسلام آباد

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha1@yahoo.com

2 حضورِ رسالت — 1 — (II)

نگاہے داشتم بر جوہرِ دل
تپیدم آرمیدم در برِ دل
رمیدم از ہوائے قریہ و شہر
ببادِ دشت وا کردم درِ دل!

ترجمہ میں نے دل کے جوہر (جذبۂ عشق) پر نظر رکھی۔ میں (عشق کی آگ میں) تڑپا اور میں نے دل کے پہلو میں ہی آرام کیا۔ میں شہر اور گاؤں کی ہوا سے باہر آ گیا۔ میں نے دل کے دروازے کو صحرا کی ہوا (شہرِ مدینہ کی روانگی) کے لیے کھول دیا۔

تشریح جنوبی ایشیا میں منحوس برطانوی استعمار کے قدم جمانے سے اس علاقے کے مسلمانوں پر جو کوہِ غم ٹوٹے اور نامساعد حالات آئے وہ بیان سے باہر ہیں۔ مُلکًا عَاضًّا ★ کی ناگفتہ باتیں بجا، مگر عوام کے لیے ملک میں اسلامی قانون کا جانفزا اور روح افزا ماحول تھا مگر مُلکًا جَبریًّا کے منحوس سائے مسلمانوں کے لیے روح فرسا اور دل جلانے والے تھے۔ جس کے برے اثرات دو صدیوں کی غلامی کے بعد (بیسویں صدی کے اوائل میں) ناقابلِ برداشت ہیں۔ (علامہ اقبال کہتے ہیں) اس ماحول میں میں نے حالات سے نگاہیں ہٹا کر اور مسلمان رہنماؤں کی باتوں سے اُکتا کر اپنے دل (باطن) پر نظر جمائی اور اپنے ضمیر کی آواز پر کان لگا لیا۔ اس دور میں ہر دردمند مسلمان کی طرح میں تڑپتا رہا مگر میں نے دل کے پہلو میں ہی آرام کیا کہ دل کی نگاہ سے حالات کو دیکھنے کا سلسلہ جاری رکھا مگر حالت کی سنگینی کسی طرح کم نہیں ہو رہی۔ میں نے شہروں اور بستیوں سے نکل کر مدینہ منورہ کی بستی کے سفر کا عزم کر لیا ہے جس سے اب مجھے سکون محسوس ہوتا ہے۔ آپ ﷺ ضرور میرے غم کی داستان سنیں گے، دکھوں اور غموں کے مارے شخص کی بات توجہ سے سن لینے سے بھی غموں کا بوجھ ہلکا محسوس ہوتا ہے۔

★ پانچ اَدوار والی حدیث مبارکہ کا ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے اندر عہدِ نبوت جب تک اللہ چاہے گا موجود رہے گا پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اس (عہدِ نبوت) کو ختم کر دے گا، اس کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی جو قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کر دے گا پھر (اس کی جگہ) کاٹ کھانے والی بادشاہت (مُلکًا عَاضًّا) قائم ہوگی جو جب تک اللہ چاہے گا برقرار رہے گی پھر اسے بھی جب اللہ ختم کرنا چاہے گا تو ختم کر دے گا پھر جابرانہ ملوکیت (مُلکًا جَبریًّا) کا دور ہوگا جو جب تک اللہ چاہے گا باقی رہے گا پھر اللہ جب اسے بھی ختم کرنا چاہے گا تو ختم کر دے گا پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ (دوبارہ) قائم ہوگی۔ پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔

حضورِ رسالت — 1 — (III)

ندانم دل شہیدِ جلوۂ کیست
نصیبِ او قرارِ یک نفس نیست
بصحرا بُردمش، افسردہ تر گشت
کنارِ آبجوئے زار بگریست

ترجمہ میں نہیں جانتا کہ میرا دل کس کے جلوے کی گواہی دیتا ہے کہ اس کی قسمت میں ایک پل کا سکون نہیں ہے۔ میں (دل کو) صحرا میں لے گیا وہ زیادہ افسردہ ہوا۔ میں (اسے) نہر کے کنارے لے آیا یہاں بھی وہ بہت زیادہ رویا ہے۔ یعنی جلوۂ محبوب کے سوا کہیں قرار نہیں۔

تشریح شاعر کہتا ہے کہ میں ابھی پوری طرح ادراک نہیں کر سکا کہ میرا دل اور میری سوچ کس کے حسن کے جلوہ کا 'شہید' ہے اس دل کو ظاہراً بھی اور معناً بھی ایک لمحے کا قرار نہیں ہے اور مسلمانوں کی مجموعی حالتِ زار پر نوحہ کناں رہتا ہے۔ ★ میں اس دل کو برطانوی استعمار کے صحراؤں میں لے گیا کہ شاید وہاں سکون میسر ہو مگر وہاں بھی یہ دل افسردہ ہو گیا۔ میں اس دل کو سبزہ زاروں اور ندیوں کے ماحول میں لے گیا مگر وہاں منحوس برطانوی استعمار کی رنگینیاں اور مسلمانوں پر مظالم زیادہ تھے۔

اب میں اپنے دل کو صحرائے عرب میں حرمِ مکی کے بعد حرمِ مدنی لے جانے کے لیے تیار ہو گیا ہوں کیا عجب کہ وہاں اس درد کی دوا میسر آ جائے۔ اس طرح ممکن ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ غلامی (جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل کی فرعونوں کی غلامی سے بدتر ہے) سے نجات کا کوئی لائحۂ عمل سامنے آ جائے۔

★ دل کی کیفیات پر اُردو میں علامہ اقبال کی ایک شاہکار نظم 'دل' (بانگِ درا صفحہ 61)

قصہ دار و رسن بازی طفلانہ دل — التجائے 'اَرِنی' سرخیِ افسانۂ دل
یا رب اس ساغرِ لبریز کی مے کیا ہوگی — جادۂ ملکِ بقا ہے خطِ پیمانۂ دل
ابرِ رحمت تھا کہ تھی عشق کی بجلی یا رب — جل گئی مزرعِ ہستی تو اُگا دانۂ دل
حسن کا گنجِ گراں مایہ تجھے مل جاتا — تو نے فرہاد! نہ کھودا کبھی ویرانۂ دل!
عرش کا ہے کبھی کعبے کا ہے دھوکا اس پر — کس کی منزل ہے الٰہی! مرا کاشانۂ دل
اس کو اپنا ہے جنوں اور مجھے سودا اپنا — دل کسی اور کا دیوانہ، میں دیوانۂ دل
تو سمجھتا نہیں اے زاہدِ ناداں! اس کو — رشکِ صد سجدہ ہے اک لغزشِ مستانۂ دل
خاک کے ڈھیر کو اکسیر بنا دیتی ہے — وہ اثر رکھتی ہے خاکسترِ پروانۂ دل
عشق کے دام میں پھنس کر یہ رہا ہوتا ہے — برق گرتی ہے تو یہ نخل ہرا ہوتا ہے

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے اور انسان کی زندگی میں پیش آنے والے تمام مسائل کا اصل حل قرآن وسنت کی روشنی میں ہمارے پاس موجود ہے لیکن ہم غیروں کی طرف دیکھ رہے ہیں: شجاع الدین شیخ

جس ملک اور اس کے آئین کی بنیاد اسلام ہو لازم ہے کہ اس میں قانون سازی کرنے سے پہلے علماء سے رجوع کیا جائے: ایوب بیگ مرزا

این جی اوز کی کوشش ہے کہ مغرب کا سوشل اسٹرکچر پاکستان میں کسی نہ کسی طرح نافذ کیا جائے کیونکہ یہ نیو ورلڈ آرڈر کا حصہ ہے: رضاء الحق

گھریلو تشدد (تدارک وتحفظ) ایکٹ 2021ء اور اس کے نتائج کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ’’زمانہ گواہ ہے‘‘ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: ڈاکٹر حبیب اسلم

سوال: گھریلو تشدد بل کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟

رضاء الحق: کچھ دنوں سے لبرل اور سیکولر لوگ یہ الزام لگا رہے ہیں کہ مذہبی لوگ گھریلو تشدد کے حق میں ہیں اس لیے کہ وہ بل کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ان کی بات غیر منطقی ہے۔ کسی بھی قسم کا تشدد اسلامی تعلیمات میں بھی اور کسی بھی اچھے معاشرے میں سختی سے منع کیا جاتا ہے۔ اصولی طور پر دیکھنا چاہیے کہ کسی بل کو کیا چیز اچھا بناتی ہے اور کیا چیز برا بناتی ہے، اس کے محرکات کو بھی دیکھنا چاہیے کہ اس بل کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ کیا پاکستان کو، ہمارے معاشرے کو اس بل کی ضرورت ہے؟ اسے ہمارے عدالتی نظام کے مطالبے پر لایا گیا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی بیرونی قوت یا انٹرنیشنل کنونشن کے ذریعے لایا گیا ہو؟ اس حوالے سے جب ہم اس بل کی reasons and objectives پڑھتے ہیں تو بظاہر جو چیز سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہماری آئینی ضرورت یا عمومی گھریلو تشدد کی روک تھام سے زیادہ اس میں UN کے ایک کنونشن یعنی Convention on the Elimination of all Forms of Discrimination against women (CEDAW) کو بنیاد بنایا گیا ہے جو ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ یہ اقوام متحدہ کا کنونشن ہے جو 1979ء میں پاس ہوا تھا۔ 2014ء میں بھی استنبول میں گھریلو تشدد کے حوالے سے ایک کنونشن آیا۔ ان دونوں کو ملا کر دیکھیں تو اس حوالے سے جی ایس پی پلس اور ایف اے ٹی ایف کی طرف سے پاکستان پر بہت زیادہ پریشر ہوتا ہے کہ وہ اس حوالے سے قانون سازی کرے۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں جو ورلڈ آرڈر رہے اس میں سیاسی، معاشی اور سوشل آرڈر سب شامل ہیں۔ سوشل ورلڈ آرڈر بڑا پلاننگ کے ساتھ بنایا جاتا ہے۔ اس کے پیچھے ایک پوری فلاسفی ہوتی ہے، ایک آئیڈیالوجی ہوتی ہے اور یہ لبرل اور سیکولر سوچ والی آئیڈیالوجی ہوگی۔ جب ایسی آئیڈیالوجی ہوگی تو اس کا اسلامک آئیڈیالوجی سے

مرتب: محمد رفیق چودھری

کلیش ضرور ہوگا۔ کیونکہ اسلامک پیراڈائم میں بہت سارے خاندانی اور معاشرتی معاملات قانونی طور پر حل نہیں کیے جاتے بلکہ سماجی سطح پر اخلاقی تربیت اور تعلیم کے ذریعے حل کیے جاتے ہیں۔ CEDAW اور دیگر کئی UN کنونشنز کے مطابق تمام عورتیں اور مرد مکمل طور پر برابر ہونے چاہئیں۔ اس کے برعکس اسلامک آئیڈیالوجی میں مرد گھر کا سربراہ ہے اور عورت معاشی ذمہ داریوں سے آزاد ہے۔ یہاں بھی نیو ورلڈ آڈر اور اسلامک آئیڈیالوجی میں تصادم ہے۔ اسی طرح CEDAW میں دو بڑی اہم چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ تمام عورتیں ہر قسم کے ورک پلیس میں اسی طرح ہی کام کریں گی جس طرح مرد کرتے ہیں اور دوسرا ان کے تمام حقوق بعینہٖ وہی ہونے چاہییں جو کے مردوں کے ہوتے ہیں۔ CEDAW کے سولہ سال کے بعد 1995ء میں بیجنگ ڈیکلیریشن آیا۔ جس کے بعد اس حوالے سے مختلف کانفرنسز منعقد کی گئیں۔ بیجنگ ڈیکلیریشن کو کہا جاتا ہے کہ یہ ایک لحاظ سے عورتوں کے حقوق کا بل ہے، اسے ایک لینڈ مارک سمجھا جاتا ہے۔ اس کے اندر ایکشن ایجنڈہ بہت تفصیل میں دیا گیا ہے۔ اس ایجنڈے میں یہ ساری چیزیں زیر بحث ہیں کہ عورتوں پر تشدد کیا ہے؟ عورتوں کو فیصلے کا اختیار کس طرح ملنا چاہیے؟ خواتین کے لامتناہی حقوق کیسے ہونے چاہئیں؟ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بظاہر یہ قوانین بڑے خوشنما ہیں لیکن اندر سے استحصالی ہیں۔ جیسا کہ واشنگٹن کرانیکل کے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ 1990ء کے بعد اقوام متحدہ کا قانون سازی کا طریقہ کار ایسا بن گیا ہے جو ’’چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر‘‘ کے مصداق ہے۔ یعنی ظاہری نام بہت خوبصورت استعمال کیے جاتے ہیں لیکن اندر اس کی تفصیل مختلف ہوتی ہے۔ خواتین پر تشدد کے خلاف قانون بظاہر دیکھنے میں تو بڑی اچھی بات لگتی ہے کہ عورت پر ظلم نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن حقیقت میں یہ قانون عورت کا پہلے سے زیادہ استحصال کرتا ہے۔ مثلاً یہ قانون کہتا ہے کہ عورت اگر جسم فروشی کرتی ہے تو یہ اس کا پروفیشن ہے۔ اس کو منع کرنا اس کو ہراساں کرنے کے مترادف ہوگا اور ہراساں کیا جائے گا تو یہ ’تشدد‘ ہوگا۔ گویا یہ قانون خود ایک طرح سے عورت کا استحصال کر رہا ہے۔

عالمی کنونشن جو بھی بنائے جاتے ہیں ان پر سو فیصد عمل کرنا ہر ملک کے لیے ضروری نہیں ہوتا بلکہ ہر ملک اپنے ملکی آئین کے مطابق چیزیں لے سکتا ہے اور جو آئین کے منافی ہیں ان کو چھوڑ سکتا ہے۔ البتہ اس حوالے سے عالمی طاقتیں پریشر ڈال سکتی ہیں کیونکہ یہ نیو ورلڈ آرڈر کا مسئلہ ہے۔ مغرب کی این جی اوز یہاں پر یہی کوشش کرتی ہیں کہ وہاں کا سوشل سٹرکچر پاکستان میں من وعن نافذ

کیا جائے۔ اس وقت افغان طالبان فتوحات حاصل کر رہے ہیں لیکن پوری دنیا کو خطرہ لاحق ہے کہ یہ اپنا نظام لے کر آ جائیں گے اور ہمارے لیے خطرہ بن جائیں گے۔ کیونکہ نظام ہمیشہ غلبہ چاہتا ہے۔ بہر حال یہ چند وجوہات ہیں جن کی وجہ سے یہ بل سامنے آیا۔

ایوب بیگ مرزا: اس بل کا ایک پس منظر ہے۔ ایک وقت تھا جب امت مسلمہ سپر پاور تھی۔ پھر تقریباً دو تین صدیوں سے ہم رو بہ زوال ہیں بلکہ دو صدیوں سے تو ہمارا زوال اپنے عروج کو پہنچ گیا ہے۔ ہم باقاعدہ ایک ایسی قوم بن گئے ہیں جو اپنی کسی بھی بات پر نہیں چل سکتے۔ ہم ہر حال میں دوسروں کے محتاج ہو گئے ہیں۔ سیاسی معاملات میں ہم مکمل طور پر شکست خوردہ ہو چکے ہیں، پاکستان میں جمہوریت ایمان کا حصہ بن چکی ہے، کوئی جمہوریت کے خلاف بات نہیں کر سکتا۔ اگر کسی نے جمہوریت کے خلاف کوئی بات کی تو حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا جائے گا۔ اسی طرح ہم مکمل طور پر مغرب کا معاشی نظام قبول کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام مطلق قرار دیا ہے لیکن ہمارے معاشی نظام میں سود رچ بس چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارتکاز دولت کو غلط کہا ہے اور یہاں ارتکاز دولت کی صورت حال ہمارے سامنے ہے۔ یعنی ہم سیاسی اور معاشی طور پر مکمل شکست کھا چکے ہیں۔ صرف ہمارا معاشرتی ڈھانچہ کسی حد تک کھڑا رہ گیا تھا۔ اس سطح پر ہم مغرب کے خلاف کچھ مزاحمت بھی کر رہے تھے کیونکہ ہماری اقدار و روایات مغرب سے ملتی نہیں۔ لیکن اب مغربی طاقتوں نے مشترکہ طور پر ہمارے معاشرتی نظام پر بھی حملہ کر دیا ہے۔ گھریلو تشدد بل بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ جہاں تک گھریلو تشدد کی بات ہے تو کیا کوئی معاشرہ اس کے حق میں ہو سکتا ہے کہ عورت پر ظلم ہو یا گھر کے کسی فرد پر ظلم ہو؟ اسلام کی تو اصل بنیاد ہی عدل ہے۔ وہ عدل عورت اور مرد کے درمیان بھی ہوگا، وہ عدل باپ، ماں اور بیوی کے درمیان بھی ہوگا۔ یعنی تمام طبقات کے درمیان اسلام عدل کا قائل ہے۔ لہٰذا جہاں عدل ہوگا وہاں تشدد نہیں ہو سکتا۔ لیکن مغرب جان بوجھ کر یہ پروپیگنڈا کرتا ہے کہ جیسے اسلام میں عورت بہت مظلوم ہے یا اسلام میں عورت پر تشدد کی اجازت ہے۔ ایسے ڈرامے اور فلمیں بنائی جاتی ہیں جن میں یہ تاثر دیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہاں عورتوں پر تشدد ہوتا ہے، کمزوروں سے زیادتی ہوتی ہے لیکن یہ جرائم ہر معاشرے کا حصہ ہیں۔ کیا مغرب اس سے خالی ہے؟ اس میں بھی شک نہیں کہ ظلم کا خاتمہ ہر معاشرے میں ہونا چاہیے مگر اس کا یہ حل بھی غلط ہے کہ اس کے لیے مغربی این جی اوز ہم پر مغربی نظام مسلط کرنے کی کوشش کریں۔ یعنی اس بہانے سے وہ ہم پر ایک ایسا طرز زندگی مسلط کرنا چاہتے ہیں جو مشرق کا طرز زندگی ہے ہی نہیں، جو اسلام کا طرز زندگی نہیں ہے بلکہ وہ مغرب کا طرز زندگی ہے۔ اسلام کے مطابق انسان ہونے کی حد تک تمام انسان مساوی ہیں لیکن جب ایک گھرانہ تشکیل پاتا ہے تو اسلام کے مطابق ایک یونٹ وجود میں آجاتا ہے جس کا کوئی سربراہ ہوتا ہے۔ گھر ایک ادارہ ہے جب بھی کوئی ادارہ وجود میں آئے گا تو

> **گھریلو تشدد (تدارک وتحفظ) ایکٹ میں جو زبان استعمال ہوئی ہے وہ اقوام متحدہ کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مغرب کے سوشل ایجنڈے کو پاکستان پر مسلط کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔**

وہ بغیر سربراہ کے نہیں چل سکتا اور کوئی ادارہ اس طرح بھی نہیں چل سکتا کہ اس کے دو سربراہ ہوں اور دونوں کے ایک جیسے اختیارات ہوں۔ گھر کے ادارے میں اسلام مرد کو قوام قرار دے کر اختیارات دیتا ہے لیکن اسلام مرد کو عورت پر زیادتی کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ یعنی مرد اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال نہیں کر سکتا کہ عورت پر ظلم وستم کرے۔ بلکہ مرد کو بھی شریعت کے دائرے کے اندر رہنا ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے اچھا ہے۔ میں تم سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہوں۔''

یعنی جو شخص اپنے گھر والوں سے اچھا ہے وہ اچھا انسان ہے۔ آپ ﷺ نے ایک اچھے انسان کی تعریف بتائی۔ لیکن مغربی این جی اوز جھوٹے الزامات لگا کر لوگوں کے ذہنوں کو متاثر کرتی ہیں کہ اسلام میں عورت پر ظلم ہوتا ہے یا یہ مولوی لوگ عورت کو پاؤں کی جوتی سمجھتے ہیں۔ پھر قوانین کے نام پر مغربی نظام مسلط کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ حالانکہ اسلام میں خاتون خانہ کو وہ مقام حاصل ہے جو کسی اور نظام میں نہیں۔ اسلام کہتا ہے جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ لیکن گھر کے معاملات میں آخری فیصلہ مرد کا ہوگا کیونکہ اس کو اس ادارے کا سربراہ بنایا گیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ایک اچھا خاوند اپنے گھر والوں سے مشورہ کرے گا، ان کو اپنے اعتماد میں لے گا۔ میں کہتا ہوں کہ ہر اچھا مسلمان اچھا خاوند ہوگا ہر اچھا مسلمان اچھا باپ ہو گا۔ ہمیں اپنے خاندان کے ساتھ عفو و درگزر کے ساتھ زندگی گزارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن اگر شریعت کے خلاف کوئی عمل کرے گا تو پھر قوام (سربراہ) کا فرض ہے کہ وہ اس کو روکے۔

سوال: اس بل کے مندرجات کی روشنی میں کیا گھریلو تشدد سے تحفظ کی آڑ میں ہمارے معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنا تو مقصود نہیں؟

رضاء الحق: اس بل کو سیکولر اور لبرل طبقہ فوری طور پر فالو کرنا شروع کر دیتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ مغرب سے آیا ہے لہٰذا ٹھیک ہی ہوگا۔ ایک طبقہ وہ ہوگا جو اس کے خلاف جذباتی انداز سے اپیل کر کے کہے گا یہ غلط ہے البتہ ان کے کچھ Hypothetical سوالات ہوتے ہیں جو قانون کے مطابق درست ہوتے ہیں۔ البتہ اِس بل کی زبان بالکل اجنبی ہے۔ یعنی وہ ہمارے معاشرے کی زبان نہیں ہے۔ ماں، بیٹی، بہن کا نام لے کر ذکر نہیں کیا گیا بلکہ ان اصطلاحات کا ذکر ہے جو مغربی معاشرے میں آپ کو نظر آتی ہیں کیونکہ وہاں رشتے غیر واضح ہوتے ہیں یا پھر ہوتے ہی نہیں۔ لیکن ہمارے ہاں رشتے واضح ہیں۔ مغرب کے اندر قوانین کا پیراڈائم اس طرح بن گیا ہوا ہے کہ ایک ظالم ہے اور دوسرا مظلوم ہے۔ یعنی ایک ہمیشہ مظلوم ہوتا ہے اور باقی ساری دنیا اس کے خلاف ہوتی ہے۔ عورت مظلوم ہے ساری دنیا اس کے خلاف ہے، بچے مظلوم ہیں ساری دنیا اُن کے اوپر ظلم و تشدد کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ پھر یہ کہ مغرب قوانین بناتے ہوئے فلیشی زبان استعمال کرتا ہے مثلاً پیٹریاٹ ایکٹ۔ اصل نام کچھ اور تھا لیکن پیٹریاٹ ایکٹ اس لیے بنا دیا کہ جو اس کی ذرا بھی مخالفت کرے وہ ٹریٹر ہو جائے گا۔ اسی طرح جب ''اچھا انسان'' اور ''برا انسان'' جیسے قانون بننا شروع ہو جاتے ہیں اور پھر جب یہ فطری رشتوں کو غیر موثر کرنا شروع

کر دیتے ہیں تو خاندانی نظام ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ کچھ معاملات اخلاقی سطح پر حل کرنے والے ہوتے ہیں وہ قانونی سطح پر حل نہیں کیے جاسکتے۔ جب گھر کا ہر معاملہ پولیس یا عدالت میں لے جایا جائے گا تو اس سے دوریاں پیدا ہوں گی۔ اس طرح بہت سارے معاملات جو مغرب میں ہوتے ہیں لیکن ہمارے ہاں نہیں ہوتے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے ہاں جتنی بھی قانون سازی کی جاتی ہے وہ قرآن وسنت کو سامنے رکھ کی کی جائے اور ہمارے کلچر اور معاشرتی اقدار کو بھی مدنظر رکھا جائے۔ اگر ہم مغرب کی زبان میں قانون بنانا شروع کردیں گے تو پھر اس میں اعتراضات یقیناً آئیں گے اور اس میں سقم بھی بہت سارے ہوں گے۔

سوال: گھریلو تشدد جیسے مسائل کے لیے اسلام ہمیں کیا راہنمائی دیتا ہے؟

شجاع الدین شیخ: ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ دین اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور ہمارے دین کی بنیادی تعلیمات قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ اس تعلیم کی روشنی میں دیکھیں تو معاشرے کا بنیادی یونٹ گھر کو قرار دیا گیا ہے۔ ہمارے دین کا خوبصورت پہلو یہ ہے کہ وہ nip the evil in the bud کے مصداق برائی کو جڑ سے اکھاڑ دینے کا قائل ہے۔ گھریلو تشدد کے حوالے سے دین مکمل راہنمائی عطا کرتا ہے تاکہ ایسے مسائل بہت کم ہوجائیں، اس کے لیے نکاح کا پاکیزہ بندھن، شوہر اور بیوی کی ذمہ داریوں کا تعین اسلام میں بنیادی چیزیں ہیں۔ نکاح کے موقع پر نبی اکرم ﷺ جو قرآن کی آیات تلاوت فرماتے تھے ان میں تقویٰ اور خوف خدا کا ذکر آتا ہے۔ اسی طرح جہاں جہاں قرآن حکیم خاندانی زندگی کی راہنمائی کرتا ہے وہاں خوف خدا کا ذکر کیا گیا۔ احادیث مبارکہ میں بھی عورت اور مرد کے لیے بڑی قیمتی راہنمائی ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ خواتین کے معاملے میں اللہ کا خوف رکھو کہ ان کو تم نے اللہ کا نام لے کر اپنے لیے حلال کیا ہے۔ ان کے بارے میں تمہیں جواب دینا ہے۔ آپ ﷺ نے بیوی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ اسی طرح عورت پر شوہر کا احترام واضح کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: اگر بالفرض کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ قرآن حکیم میں سورۃ النساء میں راہنمائی موجود ہے کہ اگر خاندان میں کوئی ناچاقی ہوجائے اور نکاح کا بندھن ٹوٹنے کا خدشہ ہو تو پہلے بیوی کو سمجھانے کی کوشش کی جائے، پھر اس کے بستر کو الگ کر لیا جائے اور اگر پھر بھی اصلاح نہ ہو اور گھر کا نظام درہم برہم ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کو بچانے کے لیے سختی بھی کی جاسکتی ہے جو شریعت کے تقاضوں کے مطابق ہو۔ قرآن نے واضح کیا ہے کہ نیک بیویاں وہ ہوتی ہیں جو اپنے شوہروں کی فرمانبرداری کرنے والی ہوتی ہیں۔ چنانچہ اسلام ہمیں جا بجا رشتوں کے احترام میں خوف خدا، تقویٰ، تعلیم وتربیت اور ایثار ودرگزر کا درس دیتا ہے۔ ہمارے دین کی تعلیم میں گھر، نکاح کے بندھن، شوہر بیوی کے تعلق کو اہمیت دی گئی اور اس تعلق کو بڑھانے کی طرف توجہ دلائی گئی، بگاڑ یا ناچاقی کی صورت میں معاملہ کو گھر کے اندر گھر کے بڑوں کے ذریعے حل کرنے کی ترغیب دی گئی۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ان اسلامی تعلیمات کو نہ تو ہمارے تعلیمی نصاب کا حصہ بنایا جاتا ہے اور نہ ان کی ترویج میڈیا پر کی جاتی ہے۔ بجائے اس کے ہم مغرب کی نقالی کو ہر مسئلے کا حل سمجھ بیٹھے ہیں جس کا نتیجہ مزید بگاڑ کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

سوال: آج تک گھریلو تشدد جیسے معاملات کے حل کے لیے ہم بحیثیت مسلمان معاشرہ اپنا نظام ترتیب کیوں نہیں دے سکے؟

شجاع الدین شیخ: بنیادی بات یہ ہے کہ دین ہمیں ایک طرف عقیدے اور ایمان کی تعلیم عطا کرتا ہے جو کہ عمل میں اصلاح کی پائیدار بنیاد ہے۔ دوسری طرف دین ہمیں تعلیم اور تربیت کا نظام عطا کرتا ہے۔ لیکن ہمارے موجودہ تعلیمی نظام کے اندر ایسا کوئی انتظام نظر نہیں آتا ہے کہ جس سے نوجوان لڑکے یا لڑکی کی یہ تربیت ہوسکے کہ کل انہیں والدین بننا ہے تو اس صورت میں ان کی ذمہ داریاں کیا ہوں گی۔ اسی طرح جب نکاح کا مرحلہ آجاتا ہے تو مرد کو شوہر کی ذمہ داری اور عورت کو بیوی کی ذمہ داری کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ الا ماشاء اللہ۔ حقیقت یہ ہے کہ آرٹیکل 31 کے تحت حکومتی اداروں کی بھی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ یہاں ایسا ماحول فراہم کریں کہ لوگ قرآن وسنت کی تعلیم کو سیکھ بھی سکیں اور اس کے مطابق زندگی گزارنے میں انہیں آسانی بھی ہو۔ آج ہمارے معاشرے میں تعلیمی ادارے، میڈیا ہاؤسز اور قانون نافذ کرنے والے طاقتور ادارے موجود ہیں۔ کیا اُن کی ترجیحات میں اللہ کے اس دین کی تعلیم کا فراہم کیا جانا اور اس پر عمل پیرا ہونے کے مواقع فراہم کرنا شامل ہے؟ آج ہم سائنس کی ٹیوشن کے لیے دس ہزار روپے دیتے ہیں لیکن قرآن کی تعلیم کے لیے اتنے پیسے دینے کے لیے تیار ہیں؟ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اصل میں دین ہماری ترجیحات میں شامل ہی نہیں ہے۔ کیا ابتدائی سطح پر یعنی ماں باپ کی سطح پر دین ترجیحات میں شامل ہے؟ اور یہاں سے ہوتے ہوئے نظام کی سطح پر آجائیں۔ کیا اللہ کا دین ہماری ترجیحات میں شامل ہے؟ جب دین ہماری ترجیحات میں شامل ہی نہیں ہے تو ظاہر بات ہے اس کے نتائج اسی طرح ہمارے سامنے آتے رہیں گے۔ ہم نے جس مقصد کے لیے اس ملک کو حاصل کیا کہ یہاں کتاب وسنت کی بالادستی ہوگی، یہاں پر اسلام کا نفاذ ہوگا، اس مقصد کو ہم نے فراموش کیا کیونکہ وہ ہماری ترجیح نہیں۔ لہٰذا ہم وہ معاشرہ کیسے ترتیب دے سکتے ہیں جو دین اسلام چاہتا ہے؟ بجائے اس کے کہ ہم اپنے مسائل کو حل کرنے کے لیے غیروں کی طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ اصل حل کتاب وسنت کی روشنی میں ہمارے پاس موجود ہے۔

سوال: پاکستان میں قانون سازی کرتے وقت اس کے اسلامی پہلوؤں کو پہلے سے مدنظر کیوں نہیں رکھا جاتا؟

ایوب بیگ مرزا: ہمارا ملک پاکستان دنیا کا ایک منفرد ملک ہے۔ کوئی اور ملک خالصتاً مذہب کے نام پر وجود میں نہیں آیا۔ کچھ لبرلز اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ تھا۔ لیکن یہ نعرہ مسلم لیگ کے سٹیج سے بار بار لگتا تھا کہ: مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ! یہ تاریخ کا حصہ ہے۔ گویا ایک ایسا ملک بنانا مقصود تھا جو مسلمانوں کا ملک ہو اور ظاہر ہے اگر مسلمانوں کا ملک ہوگا تو وہاں مسلمانوں کے قوانین ہی رائج ہوں گے اور پھر ایسا ہوا بھی کہ جب ہمارا آئین 1973ء میں بنا تو یہ دنیا کا واحد آئین ہے جس میں لکھا گیا ہے کہ ریاست کا مذہب اسلام ہوگا۔ پھر آپ 2A میں قرارداد مقاصد ڈال دیتے ہیں۔ پھر جس آئین میں 31-A جیسی شق ہو جس میں لکھا ہے: ''پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنانے کے لیے اور انہیں

ایسی سہولتیں مہیا کرنے کے لیے اقدام کیے جائیں گے جن کی مدد سے وہ قرآن پاک اور سنت کے مطابق زندگی کا مطلب ذہن نشین کرسکیں۔“

پھر آئین میں 227 بھی ہے۔یعنی جب یہ ہماری بنیاد ہے تو پھر ہونا تو یہی چاہیے نا کہ جب بھی ہم کوئی قانون بنانے لگیں جس کا لوگوں کے مذہب اور طرز زندگی سے تعلق ہو تو اس میں سب سے پہلے اپنی مذہبی حیثیت کو دیکھا جائے اور علمائے دین سے رجوع کیا جائے۔یعنی ایسا قانون بنایا جائے جس کا مذہب سے تعلق لازمی ہو۔ البتہ بعض معاملات خالصتاً انتظامی ہوتے ہیں ان میں آپ شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے کمی بیشی کر سکتے ہیں۔گویا ہماری حکومت اور حکومتی نمائندوں کا یہ فرض ہے کہ قانون سازی کرتے وقت پہلے علمائے دین سے رجوع کیا جائے اور ان سے مشاورت کے بعد قانون سازی ہو۔

جبکہ موجودہ بل کی عبارت پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یو این او کی زبان ہے۔یعنی مغرب کی زبان میں وہ بل لا کر ارکان اسمبلی کے حوالے کر دیا اور ان میں سے بھی اکثریت نے نہیں دیکھا کہ کیا لکھا ہے کیا نہیں لکھا ہے اور ٹھپہ لگا کر آگے بھیج دیا اور اب خیال آیا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو بھیجا جائے ۔ میں کہوں گا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے پاس پہلے بھیجتے بلکہ اس سے پہلے ملک کے جید علماء سے اس پر مشورہ کر لیتے۔اس میں کوئی شک نہیں گھریلو تشدد وغیرہ جیسے معاملات ہر معاشرے میں ہوتے ہیں لیکن اگر آپ اس کو حل کرتے ہوئے دوسری انتہا پر چلے جائیں، یہ نہیں دیکھیں گے کہ اسلام اس بارے میں کیا کہتا ہے، ہماری روایات کیا ہیں، ہماری اقدار کیا ہیں، اس کے بغیر ہی آپ مغربی طرز کے بل پر ٹھپہ لگا دیں گے تو اس کا ردعمل ضرور آئے گا اور آپ کو پسپائی اختیار کرنی پڑے گی۔آپ کو مجبوراً اسلامی نظریاتی کونسل میں جانا پڑے گا۔یہی کام اگر پہلے کر لیتے تو حکومت اور ارکان اسمبلی کو شرمندگی نہ ہوتی۔

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

جدید تعلیم یافتہ حضرات وخواتین کے لیے دینی علوم کے حصول کا نادر موقع

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

جاری کردہ: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

رجوع الی القرآن کورس

(دورانیہ ۹ ماہ)

مضامینِ تدریس

عرصہ 39 سال سے باقاعدگی سے جاری تعلیمی سلسلہ

پارٹ ۱ (سالِ اوّل) برائے مرد وخواتین

- تجوید و ناظرہ
- عربی گرامر (صرف ونحو)
- ترجمہ قرآن (مع تفسیری ولغوی توضیحات)
- دورہ ترجمہ قرآن
- قرآن حکیم کی فکری وعملی رہنمائی
- سیرت وشمائل النبی ﷺ
- مطالعہ حدیث واصطلاحاتِ حدیث
- فکرِ اقبال
- فقہ العبادات
- معاشیاتِ اسلام
- اضافی محاضرات

پارٹ ۲ (سالِ دوم) برائے مرد حضرات

- عربی زبان وادب
- اصولِ تفسیر
- تفسیر القرآن
- اصولِ حدیث
- درسِ حدیث
- اصول الفقہ
- فقہ المعاملات
- عقیدہ (طحاویہ)
- اضافی محاضرات

☆ آغاز رجسٹریشن 1 اگست ☆ انٹرویو 23 اگست

آغاز 24 اگست 2021 (ان شاء اللہ)

ایامِ تدریس پیر تا جمعہ

نوٹ: بیرونِ لاہور رہائشی حضرات کے لیے ہاسٹل کی محدود سہولت موجود ہے۔ لہٰذا خواہشمند حضرات پہلے سے اپنی رجسٹریشن کروالیں۔

اوقاتِ تدریس: صبح 8 بجے تا 12:30

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی خدماتِ قرآنی کا مرکز —— قرآن اکیڈمی

K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور
email:irts@tanzeem.org
www.tanzeem.org

زیر انتظام مرکزی انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) لاہور —— مزید تفصیلات کے لئے www.tanzeem.org
03161466611 - 04235869501-3

دعائے صحت کی اپیل

☆ ملتان کینٹ کے امیر جناب عمر کلیم خان کی والدہ محترمہ دو ماہ سے بیمار ہیں۔

برائے بیمار پرسی: 0301-7537007

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

فرید اللہ مروت

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے نام سے دنیا کا ہر مسلمان واقف ہے۔ سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا حضرت محمد ﷺ کی رضاعی والدہ ہیں۔ شیرِ مادر کے بعد محمد ﷺ نے پہلا دودھ ابولہب کی لونڈی بی بی ثویبہ ؓ کا پیا تھا۔ پھر دو سال تک حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا۔

کنیت اور سلسلۂ نسب

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی کنیت ام کبشہ تھی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام عبداللہ بن حارث اور کنیت ابوذہیب تھی۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا سلسلۂ نسب یوں ہے:

حلیمہ بنتِ عبداللہ بن الحارث بن شجنہ بن جابر بن رزام بن ناصرہ بن سعد بن بکر بن ہوازن۔ (اسد الغابہ)

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا تعلق قبیلہ سعد بن بکر سے تھا۔ جو قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ تھا۔ ہوازن کا علاقہ مکے کے سنگلاخ پہاڑوں کے عقب میں 85 کلومیٹر مشرق کی جانب، طائف کی سرسبز و شاداب وادی سے ذرا آگے واقع ہے۔ ہوازن کا علاقہ فصاحت و بلاغت اور پانی کی شیرینی کی وجہ سے مشہور تھا۔ یہ لوگ نہ صرف خود فصیح و بلیغ عربی بولتے، بلکہ اس زبان کے محافظ اور معلم بھی تھے۔ اسی خوبی کی بنا پر عرب کے صاحبِ حیثیت شہری اپنے بچوں کو ذہنی و جسمانی تربیت اور خالص عربی زبان سیکھنے کی غرض سے ایک خاص مدت تک اس قبیلے کی خواتین کے حوالے کر دیا کرتے تھے۔

حضور ﷺ کی بنوسعد کی تعریف

سرورِ کائنات ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے مجھ کو تمام عرب میں فصیح بنایا ہے ایک تو ہمارا قبیلہ قریش فصاحت زبان میں بے مثل ہے، دوسرے میری پرورش قبیلہ بنوسعد میں ہوئی جو فصاحت و بلاغت میں مشہور اور ممتاز ہے۔

قبیلہ بنوسعد کی عورتیں سال میں دو مرتبہ شہروں کا رُخ کرتیں اور نومولود بچوں کو مناسب اُجرت پر اپنے ساتھ لے جاتیں۔ ان ہی عورتوں میں ایک معزز و محترم خاتون، حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، جنہیں نبی آخر الزماں، سرورِ کائنات، نبی کریم ﷺ کو ایامِ رضاعت میں اپنی آغوش میں رکھنے اور دو سال تک دُودھ پلانے کا شرفِ عظیم نصیب ہوا۔

شادی

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کا نام حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعہ تھا۔ اسے حارث سعدی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

اولاد

آپ ؓ کے تین بچے تھے۔ شیما بنت حارث، انیسہ بنت حارث، عبداللہ بن حارث۔ آپ ؓ نے حضور ﷺ اور عبداللہ بن حارث کو ایک ساتھ دودھ پلایا۔ حضرت حلیمہ ؓ کے بچے، عبداللہ، انیسہ اور شیما آنحضرت ﷺ کے رضاعی بہن، بھائی تھے۔ حضور ﷺ کو اپنی رضاعی بہن، شیما سے بے حد اُنسیت تھی کہ وہی آپ ﷺ کو گود میں کھلاتیں اور لوریاں دیا کرتی تھیں۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی کہانی خود اُن کی زبانی

وہ فرماتی ہیں ''اُن دِنوں ہمارا علاقہ شدید ترین قحط اور خشک سالی کا شکار تھا۔ وہ ایک سخت گرم دِن تھا کہ جب ہمارے قبیلے سے خواتین کا ایک قافلہ نوزائیدہ بچوں کے حصول کے لیے مکے کی جانب روانہ ہوا۔ اس قافلے میں شامل خواتین میں سے ایک مَیں بھی تھی۔ مَیں اپنی سفید لاغر گدھی پر سوار تھی۔ میرا خاوند حارث، دُودھ پیتا بچہ عبداللہ اور میری خستہ حال، کمزور اونٹنی بھی ساتھ تھی۔ میری گدھی نقاہت اور کمزوری کے سبب نہایت سُست رفتاری سے سفر طے کر رہی تھی، جس کی بنا پر قافلے کی سب خواتین مجھ سے عاجز تھیں۔

چنانچہ وہ سب مجھ سے پہلے مکہ پہنچ گئیں۔ اُنھیں سب سے پہلے حرمِ کعبہ کے متولی اور مکے کے سردار، عبدالمطلب کے گھر لے جایا گیا، لیکن انھوں نے جب بچّے کے یتیم ہونے کا سُنا، تو خاطر خواہ انعام و اکرام نہ ملنے کے اندیشے کے پیشِ نظر بچّہ لینے سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ جب میری سواری مکہ پہنچی، تو ہمارے قبیلے کی تمام خواتین بچّے حاصل کر چکی تھیں۔ مَیں نے اپنے شوہر سے کہا ''اللہ کی قسم! مجھے خالی ہاتھ جانا ذرا اچھا نہیں لگتا۔'' اور پھر اپنے شوہر کے مشورے پر اس یتیم بچّے کو صرف اِس بنا پر لے لیا کہ قبیلے کے لوگ خالی ہاتھ آنے کا طعنہ نہ دیں۔''

حلیمہ ؓ کے گھر برکتوں کے ڈیرے

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ''جب مَیں نے آمنہ کے لالؐ کو گود میں لیا اور اپنے ڈیرے پر آئی، تو دیکھا کہ میری سوکھی چھاتیاں دُودھ سے بھر چکی ہیں۔ میرا بچّہ بھوک سے ہر وقت روتا رہتا تھا، آج پہلی مرتبہ اُس نے اور آنحضرت ﷺ نے بھی شکم سیر ہو کر دُودھ پیا، اس کے باوجود دُودھ کم نہ ہوا۔ شوہر کی نظر اونٹنی پر پڑی، تو اُس کے سوکھے تھن دُودھ سے لبریز تھے۔ واپسی کے سفر پر میری لاغر گدھی نے اپنی تیز رفتاری سے سب کو حیران کر دیا۔ میری ساتھی عورتیں رَشک و حسد میں مبتلا ہو کر مجھ پر آوازیں کسنے لگیں۔

جب ہم گھر پہنچے، تو میرے گھر پر اللہ کی برکتوں نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ ہمارا پورا علاقہ قحط زدہ تھا اور لوگ بدحال تھے، لیکن میرے گھر والے، میرے مال مویشی دُودھ اور چارے سے آسودہ حال تھے۔ ہم ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتے۔ دو سال بعد مَیں نے آنحضرت ﷺ کا دُودھ چھڑوا دیا۔ اپنے مضبوط قد و قامت کی بنا پر آپ ﷺ چار سال کے لگتے تھے۔ ہم اُنہیں حضرت آمنہ ؓ کے پاس لے گئے۔ اُس زمانے میں مکہ بیماری کی زد میں تھا، لہٰذا ہم نے بے حد اصرار کر کے اُنہیں دوبارہ اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت لے لی۔'' (سیرت ابنِ اسحاق)

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی حضور ﷺ کو لوری

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا ننھے حضور ﷺ کو کھلاتے وقت یہ لوری دیا کرتی تھیں:

يَارَبِّ إِذَا أَعْطَيْتَهُ فَأَبْقِهِ

وَأَعْلِهِ إِلَى الْعُلَى وَأَرْقِهِ

وَادْحَضْ أَبَاطِيلَ الْعِدَى بِحَقِّهِ

''اے اللہ اگر تو نے ان کو میرے سپرد کیا ہے تو ان کی حسبِ طلب مدد فرما اور انہیں علم و بزرگی کی بلندی اور ارتقاء نصیب فرما۔ نیز انہیں شیطانوں اور ان کی برائیوں سے محفوظ

رکھ جتنا کہ ان کا حق ہے۔“

واقعہ شقِ صدر

ابھی آپ ﷺ چوتھے یا پانچویں سال میں تھے کہ شقِ صدر کا واقعہ پیش آیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے رضاعی بہن، بھائیوں کے ساتھ گھر کے قریب ہی ایک جگہ کھیل رہے تھے کہ اچانک حضرت جبرائیل امین تشریف لائے۔ اُنہوں نے آپ ﷺ کو لٹایا، سینہ چاک کر کے دِل باہر نکالا، اُسے سونے کے طشت میں آبِ زم زم سے دھویا اور پھر اس کو علم، حکمت اور نور سے بھر کر دوبارہ اپنے مقام پر رکھ کر سینہ بند کر دیا۔ جب بہن، بھائیوں نے یہ منظر دیکھا، تو چیختے چلاتے گھر پہنچے اور ماں کو بتایا کہ کسی نے (حضرت) محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا ہے۔ (نعوذ باللہ)۔ حلیمہؓ اور اُن کے شوہر دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے، تو دیکھا کہ آپ ﷺ صحیح سلامت بیٹھے ہیں، لیکن آپ ﷺ کا رنگ اُترا ہوا تھا۔“ (صحیح مسلم، باب الاسراء 92/1)

یہودی راہب کا حلیمہؓ کے پاس آنا

ابھی کچھ ہی دِن گزرے تھے کہ دو یہودی راہب، حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور آنحضرت ﷺ کے بارے میں تفصیل پوچھنے لگے۔ اُن میں سے ایک نے پوچھا ”کیا یہ بچہ یتیم ہے؟“ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو اُن پر کچھ شک ہو گیا تھا، چنانچہ جلدی سے بولیں ”نہیں۔“ پھر اپنے شوہر کی جانب اشارہ کر کے کہا ”یہ اس بچّے کا باپ اور مَیں ماں ہوں۔“ راہب بولا ”اگر یہ بچہ یتیم ہوتا، تو ہم اسے قتل کر ڈالتے۔“ نعوذ باللہ (طبقات ابن سعد، 119/1)۔

آنحضرت ﷺ پر بادل کا سایہ

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کہتی ہیں کہ مَیں نے دیکھا کہ ایک بادل کا ٹکڑا آنحضرت ﷺ پر سایہ فگن رہتا۔ جب آپ ﷺ ٹھہر جاتے، تو وہ بھی ٹھہر جاتا اور جب آپ ﷺ چلتے، تو وہ بھی چلنے لگتا۔ یہ چند معجزات ایسے تھے کہ جن کی بناء پر امّاں حلیمہؓ خوف زدہ ہو گئیں اور آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے پیشِ نظر آپ ﷺ کو والدہ کے حوالے کر آئیں۔ اُس وقت عُمر مبارک پانچ سال تھی۔ (طبقات ابنِ سعد 118/1)

رضاعت کی پاسداری

آنحضرت ﷺ کی جوانی میں کہ جب آپ ﷺ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما چکے تھے، حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا ملاقات کے لیے تشریف لائیں۔ حضور ﷺ نے اُنہیں دیکھا، تو بہت خوش ہوئے اور عزّت و احترام کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ملوایا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی خستہ حالی دیکھتے ہوئے حال احوال معلوم کیا، تو اُنہوں نے خشک سالی اور مویشیوں کے ہلاک ہونے کے بارے میں بتایا۔

اُمّ المومنین، حضرت خدیجہؓ کو جب پتا چلا، تو اُنہوں نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو چالیس بکریاں اور سواری کے لیے ایک اونٹ عنایت کیا، جو مال و متاع سے لدا ہوا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سب سامان دے کر اپنی والدہ کو رُخصت کیا۔ (طبقات ابنِ سعد 120/1)۔

رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجدِ نبوی میں صحابۂ کرامؓ کے ساتھ مصروفِ گفتگو تھے کہ کسی نے اطلاع دی کہ ایک بوڑھی عورت ملاقات کی متمنّی ہے۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ جیسے ہی آپ ﷺ کی بوڑھی عورت کے چہرے پر نظر پڑی، تو تیزی سے اُٹھے اور ”میری ماں، میری ماں“ کہتے ہوئے اُن سے لپٹ گئے۔

پھر اُن کے لیے اپنی چادر بچھائی اور اُنہیں عزّت و احترام سے بٹھایا۔ اُن کی خُوب خاطر مدارت کی اور بہت سے تحائف کے ساتھ رُخصت کیا۔

قبولِ اسلام

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی اطلاع قبیلہ بنو سعد تک بھی پہنچ چکی تھی۔ امّاں حلیمہ رضی اللہ عنہا اس خبر پر خوشی سے نہال تھیں اور ایّامِ رضاعت کے دَوران پیش آنے والے واقعات یاد کرتیں اور کہتیں ”مجھے تو پہلے ہی سے اِس بات کا یقین تھا کہ میری گود میں پلنے والا یہ مبارک بچہ اللہ کا نہایت مقرّب و برگزیدہ بندہ ہے اور ضرور یہ کسی بہت بڑے منصب پر فائز ہوگا۔ جس بچّے کے دُنیا میں رونق اَفروز ہوتے ہی رحمتوں کا نزول شروع ہو گیا ہو، وہ ضرور پوری دُنیا کے لیے رحمت ثابت ہوگا۔

اللہ کا شُکر ہے کہ آج میرا وہ یقین سچ ثابت ہو گیا اور اللہ نے میرے فرزندِ عزیز کو سب سے بُلند و بالا مقام سے نوازا، لیکن ابھی تک مَیں نے حضرت محمد ﷺ کے اس اعزازِ عظیم کے بارے میں دُوسروں کی زبانی سُنا ہے، مگر اب مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔ مَیں اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھوں گی، جب تک خود اُن کی خدمتِ اقدسؐ میں حاضر ہو کر دینِ محمدیؐ نہ اختیار کر لوں۔“ چنانچہ اُنہوں نے اپنے بچّوں اور شوہر کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد کیا اور وہاں پہنچ کر سب مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ان میں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی، حضرت شیما رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔

شوہر کا مسلمان ہونا

مؤرخین لکھتے ہیں کہ حارث جب اپنے اہل و عیال کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے ملاقات کے لیے مکّہ تشریف لائے، تو اہلِ قریش نے اُنہیں دیکھ کر کہا: ”اے حارث! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا بیٹا کیا کہتا ہے؟“ اُنہوں نے پوچھا ”وہ کیا کہتے ہیں؟“ کفار نے کہا ”وہ ہمارے خداؤں کو بُرا کہتا ہے۔ ایک اللہ اور جنت، دوزخ کی بات کرتا ہے۔ اس نے ہمارا اتحاد پارہ پارہ کر کے تفرقہ ڈال دیا ہے۔“ حارث، حضورِ انور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ”میرے بیٹے! آپ ﷺ کی قوم جو شکوہ کر رہی ہے، کیا وہ سچ ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہ صرف وہ سچ ہے، بلکہ روزِ قیامت آپ خود بھی دیکھیں گے۔“ حارث پر اس گفتگو کا اس قدر اثر ہوا کہ فوراً کلمہ پڑھ لیا اور تبلیغِ دین میں مصروف ہو گئے۔

امّاں حلیمہ کی بیٹی حضور ﷺ کی خدمت میں

غزوۂ حنین میں حضور ﷺ کی رضاعی بہن، شیما بنتِ حارث رضی اللہ عنہا گرفتار ہوئیں، تو اُنہوں نے کہا ”مَیں رسول اللہ ﷺ کی بہن ہوں۔“ یہ سُن کر لوگ اُنہیں آنحضرت ﷺ کے پاس لے آئے۔ آنحضرت ﷺ نے نہ صرف اُنہیں پہچان لیا، بلکہ اُنہیں اپنے سامنے دیکھ کر جلدی سے اُٹھے، اپنی چادر زمین پر بچھائی اور بہن کو اپنے پاس بٹھا کر دیر تک بچپن کی یادیں تازہ کرتے رہے۔

یہ وہی بہن تھیں، جو حضور ﷺ کو ہر وقت گود میں لیے پھرتی رہتی تھیں۔ حضور ﷺ نے اُنہیں مدینہ منوّرہ میں رہنے کی پیش کش کی، لیکن اُنہوں نے اپنے گھر جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ آپ ﷺ نے اُنہیں بہت سا مال، اونٹ اور بھیڑ، بکریاں تحفے میں دیں اور عزّت و احترام کے ساتھ گھر روانہ کر دیا۔

ماں کے احترام میں قیدیوں کی رہائی

یہ رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے مقدّس رشتے ہی کا احترام تھا کہ آپ ﷺ نے غزوۂ حنین کے دَوران قید کیے گئے قبیلہ بنو ہوازن کے چھ ہزار قیدی رہا کر دیے اور بے شمار مالِ غنیمت واپس کر دیا۔ اِس لیے کہ وہ سب امّاں حلیمہ رضی اللہ عنہا کے رشتے دار ہونے کے ناتے آپ ﷺ کے بھی رضاعی رشتے دار تھے۔

وفات

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال 8 ہجری، 629 عیسوی میں 79 سال کی عُمر میں مدینہ منوّرہ میں ہوا اور اُن کی تدفین جنّت البقیع میں ہوئی۔

ترے کوچے سے ہم نکلے!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

سائنس وٹیکنالوجی میں غرق نسلیں تاریخی واقعات، کردار ساز حکایات، روایات سے دور، فہم وفراست سے عاری ہوجاتی ہیں۔ عقل کے پیمانوں پر ہر چیز ناپی تولی نہیں جاسکتی۔ ع راہبر ہوظن وتخمیں تو زبوں کارِحیات۔ زمین پھاڑ دینے والی، پہاڑوں کی بلندیاں چھولینے والی، پہاڑوں کے ٹل جانے والی طاقتوں نے افغان زمین پر 20 سال ہر وار آزما لیا۔ انسانی تاریخ کی دماغ کی چولیں ہلا دینے والی، تیز ترین عسکری ومواصلاتی ٹیکنالوجی جس طرح منہ کے بل گر کر افغانستان میں ھُوَاللہ احد کہہ رہی ہے، اس کے ادراک کے لیے جو حسیات چاہئیں، ان سے بیشتر دنیا محروم ہے۔

عصر حاضر کے چنگیز وہلاکو جس طرح گھن گرج سے اترے تھے، ہم کیسے بھول جائیں۔ پوری دنیا کو سانپ سونگھا ہوا تھا۔ افغانستان چٹکی میں مسل کر رکھ دیا جاسکتا تھا۔ مگر نجانے کیوں اتنے زیادہ ممالک کو اکٹھا کیا۔ 50 نیٹو اور پارٹنر ممالک نے فوجی مشن بھیجے۔ جہاں ایک لاکھ 30 ہزار امریکی تھے وہاں تبرکاً 2 فوجی لاٹویا کے بھی تھے! لامنتہا اعداد وشمار ہیں عسکری طاقت کے۔ اب ان کے آنے والے سال تو حسابات کرتے ہی گزریں گے!

تاریخ سے انہی کے برادر بزرگ ہلاکو کی موت کا منظر دیکھ لیجیے۔ قیدی مسلمانوں کی 3 صفیں کھڑی تھیں جن کے قتل کا حکم ہلاکو نے دیا۔ جلاد گردنیں اڑا رہا تھا۔ ایک بوڑھا قیدی غریب گھرانے کا واحد کفیل تھا۔ موت سے بچنے کو پہلی سے دوسری اور پھر تیسری صف میں چلا گیا۔ ہلاکو دیکھ رہا تھا۔ تلوار بوڑھے کے سر پر بالآخر آگئی۔ ہلاکو نے جلاد کو روک کر بوڑھے سے پوچھا: بابا! اب بتا تو مجھ سے بھاگ کر کہاں جائے گا؟ تجھے مجھ سے کون بچائے گا۔ بوڑھے نے آسمان کی طرف دیکھا۔ ''وہ اوپر والی ذات چاہے تو کچھ بھی ممکن ہے۔ صرف اللہ بچا سکتا ہے۔'' اتنے میں ہلاکو کا گرز گر پڑا۔ ہلاکو اسے اٹھانے گھوڑے سے جھکا، پاؤں رکاب سے اٹک کر پھنس گیا اور وہ خود نیچے جا پڑا۔ ہلاکو کا گھوڑا گھبرا کر بھاگ نکلا۔ ہلاکو کو پتھروں پر گھسیٹ گھسیٹ کر بھاگتا رہا۔ ہلاکو کا سر پتھروں سے پٹخ پٹخ کر لہولہان ہوگیا۔ چند منٹوں میں مر گیا۔ گھوڑا طاقتور لشکر کے قابو میں نہ آیا۔ جب بالآخر ہلاکو کو چھڑایا تو سر بری طرح کچلا جاچکا تھا۔ لشکر بوڑھے سے شدید خوفزدہ تھا۔ بابا آرام سے پیدل چل کر گھر چلا گیا!

اتنی مہیب قوتوں کے مقابل ایسی ہی کہانی افغانستان کی ہے۔ امریکا کا سر افغانستان کی چٹانوں، پتھروں پر گھسٹتا پٹختا لہولہان ہوگیا۔ میدانِ جنگ سے خاموشی سے (موٹر سائیکل پر بیٹھ کر وقتی طور پر) نکل جانے والے ملا عمر رحمہ اللہ بالآخر امریکا کی بھاری بھرکم بیس (base) سے صرف 3 میل کے فاصلے پر رہ کر 23 اپریل 2013ء کو اپنے اللہ سے جاملے، جس کے سارے سچے وعدے پورے ہوئے۔ ایک کروڑ ڈالر ان کے سر کی قیمت تھی۔ جس نے 2001ء کے جنگ احزاب جیسے معرکے میں زبان وعمل سے یہی کہا تھا کہ: ''وہ اوپر والی ذات چاہے تو کچھ بھی ممکن ہے!'' وہ سب ممکن ہوگیا۔ ''مگر ہم تو باطل پر حق کی چوٹ لگاتے ہیں جو اُس کا سر توڑ دیتی ہے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے مٹ جاتا ہے۔'' (الانبیاء:18)

یہ نظر نہ آنے والی اس سپاہ کے سپہ سالار تھے جس کے خلاف ''تمام بموں کی ماں'' سمیت دنیا کا ہر بم آزمایا گیا۔ (یہ بم ایک میل پر محیط علاقے پر 11 ٹن بارود سے موت برساتا ہے نہایت شعلہ گیر مادہ ہونے کی بنا پر) بیس سال ساری فوجیں کس ''قوت'' کے خلاف لڑتی رہیں؟ یہ ملین ڈالر سوال ہے۔ یہ بھی ہماری تاریخی کہانی ہی کی نظیر ہے۔

ذوالحجہ ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی کہانی کا مہینہ۔ فریضۂ حج اسی عظیم داستان کی سالانہ تربیت ہے۔ کفر کے مقابل تنہا نوجوان! توحید پرست ابراہیم علیہ السلام کی ولولہ انگیز مزاحمت: ''تف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پوج رہے ہو۔ کیا تم کچھ بھی عقل نہیں رکھتے؟ انہوں نے کہا: جلا ڈالو اس کو اور حمایت کرو اپنے خداؤں کی اگر تمہیں کچھ کرنا ہے۔'' ہم نے کہا: ''اے آگ ٹھنڈی ہوجا اور سلامتی بن جا ابراہیم علیہ السلام پر!'' (الانبیاء: 67، 68)

یاد رہے کہ بدھا کے مجسمے پر پوری دنیا نے ملا عمرؒ پر کیسا دباؤ ڈالا تھا، مگر وہ بت شکنی پر ڈٹے رہے۔ طالبان نے اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام والی تنہائی کاٹی۔ 59 مسلم برادر ملک، برادرانِ یوسفؑ ثابت ہوئے! ایک نے بھی ساتھ نہ دیا! ادھر امریکا کے انخلاء کو روکنے کے لیے ہمارے سیکولر طبقے نے صفحات سیاہ کر ڈالے۔ امریکا بھی پسپائی اور شکست قبول کرنے سے بچنے کے راستے تلاش کرتا رہا، مگر تابہ کے؟ بالآخر چار امریکی صدور نے ساری ذہانتیں، تجربے، پالیسیاں آزما ڈالیں۔ تھنک ٹینکوں کی سوچن دانیوں کے سوتے خشک ہوگئے، سر پھرے صدر ٹرمپ نے معاہدہ کر ڈالا۔ بائیڈن کے پاس بھی چارۂ کار نہ تھا۔ کٹھ پتلی افغان حکومت اور اربوں ڈالر افغان فوج نگل کر بھی کاٹھ کی ہنڈیا ثابت ہوئے۔ بائیڈن نے کہا: ''ہم امریکا کی طویل ترین جنگ ختم کر رہے ہیں۔ میں امریکیوں کی ایک اور نسل افغان جنگ میں نہیں جھونکوں گا۔ بلاشبہ ہماری فوجیں اعلیٰ ترین پیشہ ورانہ مہارت سے لڑیں۔ (پیپروں میں کبھی لڑتے، کبھی......!) ہم نے اہداف حاصل کر لیے، اسامہ بن لادن کی موت بڑا ہدف تھی۔'' (پھر آپ 2011ء کے بعد مزید 10 سال امریکی ٹیکس دہندگان کی خون پسینے کی کمائی کھربوں ڈالر میں کیوں ڈبوتے رہے؟) ان کا ناقدین کو یہ کہنا تھا کہ ہم افغانستان کی تعمیر وترقی کے لیے وہاں نہیں گئے تھے! حالانکہ وائس آف امریکا کی رپورٹ (11 جولائی) کے مطابق: ''2 کھرب ڈالر تو صرف افغانستان کو مغربی جمہوریت کے مطابق ڈھالنے کے لیے خرچ کیا۔ حملے کے ایک مہینے کے اندر طالبان روپوش ہوگئے، اس کے بعد خیال تھا کہ بس اب طالبان کی سخت گیر حکومت کی جگہ مغرب دوست جمہوری مملکت، پوری دنیا کے لیے انتہاپسندی سے نجات کے لیے ایک مثال بن جائے گی۔ 5 دسمبر 2001ء میں حامد کرزئی کی عبوری حکومت قائم ہوگئی تھی۔ (مگر پھر کیا ہوا؟ دلدل بن گئی!) مسلسل فدائی حملوں اور طالبان کی طرف سے مزاحمت شروع ہوگئی۔'' تقریباً نہتے، پیدل، منتشر طالبان کے پاس کون سی خفیہ طاقت تھی جس نے سبھی فوجوں کی مشترکہ بے پناہ قوت کو شکست دی؟

تاہم جنگ کے خاتمے کے آخری مرحلے پر امریکی فوج کے بوکھلاہٹ بھرے انخلاء پر دبی زبان سے سبھی تحفظات کا اظہار کر رہے ہیں۔ عملاً فرار کی کیفیت میں رات کی تاریکی میں بلا اطلاع (ضابطے کی تقریب اور حوالگی تو رہی ایک طرف) نکل جانا۔ محفوظ مقام پر پہنچ کر سانسیں بحال کیں، پھر اطلاع دی کہ ہم نے باگرام خالی کر دیا ہے سنبھال لو! اور یہ جو کھربوں ڈالر (بہت سے اعداد وشمار جاری ہو رہے ہیں) کٹھ پتلی جمہوریت کا شاہکار کھڑا کرنے پر لگے وہ کس کام آئے؟

پارلیمنٹ کے ایوانِ زیریں میں 27 فیصد نشستیں

خواتین کے لیے مختص ہوگئیں۔ 3 لاکھ افغان فوج کو تربیت دی اور مسلح کیا۔ بائیڈن کے مطابق کسی بھی جدید فوج کے برابر جدید ترین فوجی ساز وسامان انہیں دیا۔ اب فوج اور اس کا سامان کہاں ہے؟ طالبان کے آگے ہتھیار ڈال کر یا سرحد پار بھاگ جانے سے طالبان کے حصے آ گیا! افغانستان مغربی جمہوریت کے مطابق ڈھالنے میں اب مناظر یہ ہیں کہ امریکی اثرات کے تحت کابلی نوجوانوں کو یہ غم ہے کہ وہ شیشہ نہیں پی سکیں گے۔ پسندیدہ بالی وڈ بالی وڈ اداکاروں جیسے بال، حلیے نہیں بنا سکیں گے۔ بیوٹی پارلر نہیں چل سکیں گے۔ بریک ڈانس گروپ کی لڑکی ان کے دور میں یہ سب نہیں کر سکے گی جو وہ دولڑکوں کے درمیان فن کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ گانے بجانے والے طبقے پر غم طاری ہے۔ سو کھربوں ڈالر ان مناظر، ان فضاؤں کو بنانے میں کھپے! اب مزید افتاد یہ ہے کہ بگرام کیا چھوڑا، عراقی بھی امریکی اڈوں پر اپنے ہاں شہ پاکر حملے کرنے میں تیز تر ہوگئے۔

دیوار کیا گری میرے کچے مکان کی
لوگوں نے میرے صحن سے رستے بنا لیے!

اے ایف پی کی زخموں پر نمک چھڑکتی (11 جولائی، پال پینڈے) رپورٹ یہ بھی ہے کہ جب امریکا، عراق اور افغانستان میں جنگیں لڑ رہا تھا (پیسہ پانی کی طرح بہا رہا تھا) چینی صدر زی جن پنگ اپنی فوج بڑھانے میں جتا ہوا تھا۔ دنیا بھر میں (ایشیا، مشرق وسطیٰ، جبوتی اور جنوبی چینی سمندر) اپنے اڈے بنا رہا تھا۔ اسی دوران روسی صدر پوٹن روس کو مضبوط کرتا رہا۔ شمالی کوریا بھی ایٹمی ہتھیار بنا کر امریکا کے لیے خطرے کا سامان پیدا کر رہا تھا۔ سو اب چین اور روس، امریکی طاقت، اثر ورسوخ اور مفادات کو چیلنج کر رہے ہیں۔ امریکا کو اس کے مداوے پر جت جانا ہوگا۔ یعنی عالمی طاقت کے توازن میں گرتی امریکی پوزیشن کو بچانا۔ امریکا شدومد سے افغانستان میں اپنے ترجمان بچانے کی بات کرتا ہے۔ ان کے ترجمان تو پاکستان میں بھی بھرے پڑے ہیں۔ امریکا کے جانے اور طالبان کے چھا جانے کے خدشے سے ان پر طاری یاسیت اور ہول دیدنی ہے۔ بغض بن کر مونھوں سے امڈا پڑتا ہے۔ جو سینوں میں ہے وہ شدید تر ہے! افغانوں کو پاکستان کی بربادی کا ذمہ دار ٹھہرانے والے! گویا خود تو ہم دودھ کے ڈھلے تھے اگر افغان جنگیں نہ ہوتیں! طالبان نے بڑی بھاری جنگ جیتی ہے۔

جنگ جیتنا اپنے لیے آسان ہو کیسے
جب لوگ ہوں دشمن کے پرستار زمیں پر!

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(1 تا 7 جولائی 2021ء)

جمعرات (یکم جولائی 2021ء) کو مرکزی عاملہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (02 جولائی) کو جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب، نائب ناظم اعلیٰ جنوبی پاکستان اور کراچی کے تین حلقوں کے امراء کے ساتھ جامعہ بنوریہ جا کر مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ کی ان کے بیٹوں سے تعزیت کی۔ بعد نماز عصر قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں تین نکاح پڑھائے۔ وہیں پر امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع میں "رحمآء بینھم" کے حوالے سے خطاب کیا۔

ہفتہ (03 جولائی) کی شام طے شدہ پروگرام کے مطابق حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے دورہ کے لیے اسلام آباد جانا ہوا۔ رات امیر حلقہ اسلام آباد کے ہاں قیام کیا۔

اتوار (04 جولائی) صبح 07:00 بجے نائب ناظم اعلیٰ شمالی پاکستان کے ہمراہ جہلم روانہ ہوئے۔ گوجرخان سے امیر حلقہ پنجاب پوٹھوہار بھی ساتھ ہوگئے۔ 09:00 بجے مقامی تنظیم جہلم پہنچے۔ 10:00 بجے ایک مقامی شادی ہال میں "دور جدید اور اسلام" کے موضوع پر خطاب کیا۔ 200 سے زائد حضرات شریک ہوئے۔ مسجد طیبہ جہلم میں 12:00 بجے حلقہ کے رفقاء سے ملاقات کی اور سوال و جواب بھی ہوئے۔ بعد نماز ظہر تقریباً 20 منٹ رفقاء اور نمازیوں سے تذکیری گفتگو کی۔ کھانے سے قبل مبتدی و ملتزم رفقاء سے بیعت لی۔ اس موقع پر 5 احباب نے تنظیم میں شمولیت اختیار۔ بعد ازاں حلقہ کے ذمہ داران سے ملاقات رہی۔ مقامی تناظیم کا تعارف حاصل کیا۔ رفقاء کے سوالات کے جوابات دیے اور بعض اہم معاملات پر راہنمائی فرمائی۔ یہ پروگرام 03:45 بجے تک جاری رہا۔ بعد نماز عصر میرپور کے لیے روانگی ہوئی۔ بعد نماز مغرب ایک شادی ہال میں "مغربی تہذیب کا اسلامی معاشرت پر حملہ" کے موضوع پر تقریباً ایک گھنٹہ خطاب کیا۔ مرد و خواتین شرکاء کی تعداد تین سو سے زائد تھی۔ بعد ازاں احباب سے ملاقات اور سوال و جواب کا سلسلہ رہا۔ پھر جاتلاں کے لیے روانگی ہوئی۔ وہاں پر حلقہ کے سینئر ترین رفیق سید محمد آزاد کے ہاں رات قیام کیا۔

پیر (05 جولائی) کو بعد نماز فجر سید محمد آزاد کے گھر پر سورۃ التوبہ کی آیات 111، 112 کے حوالے سے تقریباً 20 منٹ درس دیا، جس میں سید محمد آزاد صاحب کے بیٹوں، پوتوں اور داماد نے شرکت کی۔ گھر کی خواتین کے لیے بھی باپردہ شرکت کا اہتمام رہا۔ ناشتے کے بعد مسجد دارالسلام جبی میں 30 کے قریب رفقاء و احباب سے ملاقات کی، جو تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ سے زائد جاری رہی۔ سوالات کے جوابات دیئے اور شرکاء کو اپنی دینی ذمہ داریاں نبھانے کی ترغیب و تشویق دلائی۔ 12:00 بجے میرپور بار سے "موجودہ عالمی حالات اور مسلمانوں کا مستقبل" کے موضوع پر تقریباً ایک گھنٹہ خطاب کیا اور سوالات کے جوابات دیئے۔ تقریباً ایک سو سے زائد وکلاء نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ خطاب کے بعد مزید آدھ گھنٹہ صدر میرپور بار کے دفتر میں امت کی زبوں حالی پر گفتگو کی۔ بعد نماز ظہر رفیق تنظیم ڈاکٹر قربان میر کے ہاں ظہرانے میں شرکت کی جہاں ڈاکٹر عبدالسمیع کے ایک دوست ڈاکٹر اکرم سے تفصیلی گفتگو رہی۔ 04:45 بجے میرپور سے گوجرخان کے لیے روانگی ہوئی۔ گوجرخان میں بریگیڈیئر (ر) سعید صاحب کی طرف سے حلقہ کے لیے زیر تعمیر مسجد اور دفتر کا دورہ کیا۔ بعد نماز مغرب ایک شادی ہال میں "موجودہ عالمی حالات اور مسلمانوں کا مستقبل" کے موضوع پر مفصل خطاب کیا، جس میں 300 کے قریب لوگوں نے شرکت کی۔ ان تمام مصروفیات میں نائب ناظم اعلیٰ اور امیر حلقہ ساتھ رہے۔ نماز عشاء سے قبل لاہور کے لیے روانگی ہوئی۔ رات 02:00 بجے لاہور پہنچے۔

منگل (06 جولائی صبح 09:00 بجے ایک خصوصی مشاورتی اجلاس میں شرکت کی۔

بدھ (07 جولائی) کی صبح کو مرکز میں رجوع الی القرآن کورس کے شرکاء سے باہمی گفتگو اور سوال و جواب کی نشست ہوئی۔

نائب امیر سے معمول کے مطابق آن لائن رابطہ رہا۔

Islamic content in SNC: To be or not to be?

By Qamar Islam

There is a small group of so-called 'seculars and liberals' in Pakistan with strong links in the media and the ruling elite. Their agenda is to promote western ideals, thoughts and culture in the Pakistani society and to malign everything Islamic. One such article, authored by Pervez Hoodbhoy, appeared in the daily DAWN. The tract below by brother Qamar Islam is a response to rebut that article; published by Global Village Space (GVS).

Government's initiative of a Single National Curriculum (SNC) to define a common base across public and private schools has come under constant criticism from some sections of the society primarily because of its Islamic content. The Islamic Content in the SNC is meant for Muslims only and the non-Muslims need not worry. But Muslims having secular views are caught in their hypocrisy. Their criticism of the SNC stems from several factors, foremost being that a secular person, in contrast to a true Muslim, has a very different worldview.

A true Muslim knows that this world is created by Allah SWT as a test and that he will be answerable for each and every action of his in the hereafter. Everything in this world has been created for man to benefit from while remaining obedient to the Creator. The Quran says: "the One who created death and life, so that He may test you as to which of you is better in his deeds" ***(Quran 67:2)***

A secular person by definition, is concerned only about this world. Naturally, the two have diverse perspective on life, its priorities and their success criteria. This difference is also reflected in the importance they assign to various types of knowledge. Islam puts great emphasis on acquiring knowledge. "Say, Can those who know and those who do not know become equal?" ***(Quran 39:9)***

However, Islam recognizes two types of knowledge and considers both important. First is the knowledge revealed through Quran and Sunnah, the other being acquired knowledge i.e., attained through the senses, logic and experimentation. Both types of knowledge are important so that a balance is maintained between this life and the hereafter so as to ensure the ultimate success. A Muslim is required to acquire worldly knowledge as well as be aware of Allah's guidance to ensure compliance while benefitting from His creations.

The educational requirements of a country are defined by its faith, belief systems, values, culture, geography and history. Pakistan is an Islamic Country by genesis as also enshrined in its Constitution, with over 95% of the Population being Muslims. It then goes without saying that Pakistan needs an educational system that balances worldly and Islamic development of its Muslim citizens. That is the whole point of the SNC i.e., to align the curriculum with its population's needs and with the country's vision, as envisioned by the Quaid and Allama Iqbal.

Article 31 of the Constitution defines the State's responsibility towards ***Islamic way of life***:

(1) Steps shall be taken to enable the Muslims of Pakistan, individually and collectively, to order their lives in accordance with the fundamental principles and basic concepts of Islam and to provide facilities whereby they may be enabled to understand the meaning of life according to the Holy Quran and Sunnah.

(2) The state shall endeavor, as respects the Muslims of Pakistan:

- **(a)** to make the teaching of the Holy Quran and Islamiyat compulsory, to encourage and facilitate the learning of Arabic language ....
- **(b)** to promote unity and the observance of the Islamic moral standards;

Dictates of the Constitution represent the will of the people.

Compulsory Teaching of the Holy Quran Act passed by the parliament in 2017 and the Punjab Assembly Act in 2018 to teach Quran, though much belated (Pakistan came into existence in 1947 & the current Constitution was framed in 1973) are a step towards the state discharging its constitutional responsibility. Despite this strong case for Islamic

towards the state discharging its constitutional responsibility. Despite this strong case for Islamic Content, the critics continue to perpetuate propaganda against its addition to the SNC.

SNC critics would also like to do away with the little modesty that remains in our society because in their view, it has hampered our education, especially in Medicine and Biology. We remind them that Pakistani doctors, both male and female have done very well globally. Islam, in contrast, preaches modesty.

Faith has 70 branches and modesty is one of them. ***(Hadeeth)***

It is worthwhile to look closely at the havoc the free society and sex education in schools has caused to family life and social fabric of the Western society. An Islamic country like Pakistan needs to protect its values and safeguard against taking the same disastrous route as the West.

Another criticism is the extra burden that the Islamic content will create. As it is now, parents arrange for a Qari separately for their children to teach Quran in the evening. Children, already tired after a full school day, are reluctant participants. It will become less of a burden on both the parents and the children if Quran is taught in school rather than as a separate activity.

There is addition of a few short ahadeeth and everyday supplications which are essential for a Muslim to memorize and recite in his daily routine. This should not cause worry as new research reveals that a human brain has so much extra capacity that only a fraction is used in a lifetime and that the more you use it, the sharper it becomes. Huffaz commonly do better as medical students because their memory becomes sharper as a result of Quran memorization; memorization rather enhances their ability to remember more!

SNC includes Ahadeeth on values such as honesty, cleanliness, purity of intention, avoiding backbiting, using soft language, good behaviour with neighbours and other such values. The new curriculum also includes strands on “Husn-e-Muamlat-o-Muashrat” and “Islami Taleemat aur Dour-e-Hazir ke Taqazay”. This will inculcate in children a sense of morality in their thinking and their dealings, something that is missing in our current educational system.

Currently, there is moral degradation at all levels in the society. At the lower levels people are uneducated but corruption at the higher levels is done by those ‘educated’ in a worldly sense. They however, lack a religious and moral aspect to their education. Through the revised Islamic Curriculum, we can make the divine message understood better, promote values of truth, honesty, integrity, tolerance, accommodation for others’ point of view. Our next generations can thus develop into better citizens eventually leading to a more peaceful, harmonious and successful society.

NOTE

Link:

https://www.globalvillagespace.com/islamic-content-in-snc-to-be-or-not-to-be/

The author is a retired IT Professional with degrees in Engineering (Lahore), Masters in Computer Engineering (USA) and Business Administration (UK) with 34 years of professional experience working in the USA, Pakistan, and Saudi Arabia in well-known companies. He is also a member of Tanzeem-e-Islami founded by Late Dr. Israr Ahmed with its ultimate aim of establishing Islamic form of Government (Khilafah) in Pakistan.

اناللہ وانا الیہ راجعون — دعائے مغفرت

☆ حلقہ کراچی جنوبی، کورنگی غربی کے ملتزم رفیق جناب طاہر سیف الدین کی والدہ وفات پاگئیں۔ برائے تعزیت:0313-2567738

☆ حلقہ کراچی شمالی، فیڈرل بی ایریا کے ملتزم رفیق جناب محمد علی نور کی والدہ وفات پاگئیں۔ برائے تعزیت:0307-8759009

☆ حلقہ ملاکنڈ، بیوڑ تنظیم کے ملتزم رفیق حمید اللہ کے والد وفات پاگئے۔
برائے تعزیت:0316-9640463

☆ حلقہ پنجاب پوٹھوہار، چکوال کے مبتدی رفیق عثمان منیر اور شعیب منیر کے والد وفات پاگئے۔ برائے تعزیت:0331-9433699

☆ حلقہ کراچی شمالی، بلدیہ ٹاؤن کے امیر جناب اصغر علی محمود کے بھائی وفات پاگئے۔
برائے تعزیت:0323-3203100

☆ حلقہ ملاکنڈ، تیمر گرہ کے ملتزم رفیق احسان اللہ کے بھائی وفات پاگئے۔
برائے تعزیت:0343-9306547

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔
قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Vol. 30 Regd. C.P.L NO. 114 No.27

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore